رحمت کا نشان ←—— پیشگوئی مصلح موعود

آج سے ۷۲ سال قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نشانِ رحمت عطا کئے جانے کی بشارت دی۔ اور آپ نے اسے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بطور پیشگوئی شائع فرمایا۔ خدا کے فضل سے یہ پیشگوئی آپ کے فرزند اور جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ہمام کے وجود میں بطریق اتم پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ ۲۰ فروری کے اشتہار میں جس پیشگوئی کا ذکر کیا گیا ہے اس کی الہامی عبارت حسب ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھکو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مظہر الحق والعلاء كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالینگے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۰ فروری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی عام طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے البتہ کمزوری ہے۔ احباب حضور ایدہ اللہ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں

قادیان۔ ۱۲ فروری۔ ہمارے برطانوی بھائی مسٹر بشیر احمد صاحب آرچرڈ پرسوں شام کی گاڑی سے تشریف لائے اور آج صبح واپس ربوہ واپس تشریف لے گئے۔

۱۲ مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

اندر کے صفحات پر

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۵۸ء

مُبارک وجود

۲۰ فروری کا دن احمدیت کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اس لئے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے روز حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے خدا تعالیٰ سے وحی پاکر ایک عظیم الشان پیشگوئی فرمائی تھی۔ جس میں آپ کو غیر معمولی صفات کا حامل فرزند عطا کئے جانے کی بشارت دی گئی تھی۔ اس پسر موعود کی نسبت ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں آپ نے فرمایا:-

"بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و برکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔"

چونکہ یہ پیشگوئی آپ کے فرزند اور جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بدرجہ اتم پوری ہوئی اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان برکات سے بھی نوازا جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو مصلح موعود کی برکات کا نمایاں ظہور آپ کے یوم پیدائش سے ہی نظر آتا ہے۔ جبکہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدائش کی خبر بذریعہ اشتہار شائع کی گئی اور اسی اشتہار میں آپ کی دس شرائط بیعت کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ جس سے ایک نئی روحانی جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ گویا ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کا دن اگر ایک طرف مصلح موعود کی پیدائش کی خوشخبری لایا تو اسی روز اُن آسمانی برکات کا دروازہ بھی کھل گیا جو اس پُر آشوب زمانہ میں خالص روحانی بنیادوں پر قائم شدہ ایک نئے روحانی سلسلہ کے آغاز سے وابستہ ہیں۔

(۲)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے بعد جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اُس وقت آپ کی عمر بھی صرف ۲۵ سال کی تھی۔ اور اندرونی اور بیرونی شدید مخالفتوں کا سامنا تھا۔ آپ نے نہایت جوانمردی سے جماعت کی قیادت کی۔ اور آپ کی راہنمائی میں جماعت نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی۔ اور ہر موقعہ پر مخالفین ہی پسپا ہوئے اور اس مبارک وجود کے حق میں خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت و تائید نے آپ کے ساتھ ظاہری و باطنی برکات کے نزول کا ناقابلِ تردید ثبوت پیش کیا۔

(۳)

چونکہ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے جانشین تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ سے اسلام و احمدیت کی اشاعت و خدمت کا ایسا عظیم الشان کام لیا کہ جس کی نظیر اس زمانہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ آپ نے جماعت کی ایسی شاندار تنظیم فرمائی جس کی برکت سے اس جماعت نے وہ حیرت انگیز کام کئے کہ دیگر مسلم فرقے باوجود کثرت تعداد کے ان دینی خدمات سے یکسر محروم رہے۔ اور آج اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام ایک عالمگیر پروگرام کے ماتحت وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور غیر قومیں اس مبارک وجود سے برکت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ رہی ہیں۔

(۴)

آپ نے جماعت میں خدمت دین کی ایسی روح پھونک دی ہے کہ جماعت کے سینکڑوں نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے اپنے اعزہ و اقرباء کو چھوڑ کر دور دراز ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نکل گئے اور خدا تعالیٰ نے اس پروگرام میں ایسی برکت بخشی کہ آج بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ آباد دنیا کے ہر بڑے ملک میں اس مقدس جماعت کے افراد پائے جاتے ہیں۔ جو اسی مبارک وجود کی صحیح قیادت کا ثمرہ ہے۔

(۵)

تقسیم ملک کے وقت جب حالات کی مجبوری سے قادیان کی اکثر آبادی کو قادیان چھوڑنا پڑا۔ آپ نے ایسے خوفناک وقت میں بھی قادیان کے مقدس مقامات کو خالی نہیں رہنے دیا۔ بلکہ آپ ہی کی برکت سے جماعت کے ایک حصہ کو ان مقامات کی خدمت و آبادی کا موقعہ ملا۔ گویا ہم لوگ جو اس وقت قادیان میں آباد ہیں ہمارا اس جگہ اقامت پذیر ہونا بھی اس مبارک وجود کی برکات کا نتیجہ ہے۔ بلکہ ہماری درویشانہ زندگی کا ایک ایک دن اور اس وقت بھارت میں احمدیت کے امن بخش اصولوں کا پرچار یہ سب اسی پاک روح کے طفیل نزول برکات کا زندہ ثبوت ہے۔

(۶)

اسی طرح جماعت کے دوسرا حصہ جو تقسیم ملک کے وقت وطن سے بے وطن ہو کر پراگندہ اور منتشر ہو گیا تھا اس مقدس وجود کی برکت سے پھر ایک جگہ جمع ہو گیا۔ اور جماعت کو ایک نیا فعّال مرکز آباد کرنے کی توفیق ملی۔ اگرچہ تقسیم ملک کے وقت ترک وطن کرنے والے تمام مسلمانوں کے لئے حالات یکساں تھے۔ لیکن دیگر مسلمانوں کے مقابلہ پر جماعت احمدیہ کے افراد کو زیادہ دیر تک پریشان اور پراگندہ حال پھرنے کی نوبت نہیں آئی بلکہ جس طرح ایک مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے لے لیتی ہے حضرت مصلح موعود نے جماعت کے افراد کو اپنے سایہ میں جگہ دی اور خدا تعالیٰ نے ان کے لئے (باقی صفحہ پر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق مفصل اطلاع

حضور کے اپنے الفاظ میں

پچھلے سال اکتوبر میں جابہ سے واپسی پر میری بیماری کی تکلیف کچھ اس طرح بڑھ گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے فالج میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ یہ فالج کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ بار بار موسم کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ اُس وقت تو طبیعت بہت گھبرا گئی تھی۔ اور میں ڈرتا تھا کہ جلسہ میں بھی شامل ہو سکوں گا یا نہیں۔ مگر اس کے بعد اسی حالت میں افاقہ ہو گیا۔ لیکن جنوری کے آخر میں متعدد بار نقرس کا جو میری پرانی بیماری ہے شدید دورہ ہوا۔ پرسوں اس کا دورہ اتنا شدید ہوا۔ اور دایاں ٹانگ پر ہوا۔ کہ مجھے یہ وہم پڑ گیا کہ شائد میری دائیں طرف بھی فالج گر رہا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ فالج اگر ہوتا تو ضرور تھا کہ ایک وقتی بے ہوشی آتی۔ چونکہ وہ آپ کو نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ فالج نہیں ہے۔ بلکہ نقرس ہی ہے۔ چنانچہ نقرس کا علاج شروع کیا گیا۔ اور ۳ فروری کی صبح سے کسی قدر افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر موسم میں خوشگوار تبدیلی رہی۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا تو امید ہے کہ تین چار دن تک یہ بیماری بھی مٹ جائے گی۔ اور پھر پرانی صحت عود کر آئے گی جس سے مراد میری آج سے پندرہ سال پہلے والی صحت نہیں۔ بلکہ وہ صحت مراد ہے جو ولایت سے واپسی والے سال تھی۔ اور جو ۱۹۵۵ء میں زیادہ تھی۔ اگر وہی مکمل صحت حاصل ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے میری زندگی ایک بے معنی لفظ نہ بن جائے گی۔ بلکہ خدا تعالیٰ مجھ سے ایسے کام لیتا رہے گا جس سے عالم اسلام کو فائدہ پہنچتا رہے

خاکسار: مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی) ۳-۲-۵۸

نشان مصلح موعود

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

فروری بیس چھیاسی کو بشارت جو ملی
اس کا مصداق جو فرزند ہے ہم مانتے ہیں

یعنی محمود وہ موعود بشیر ثانی
حضرتِ مہدیؑ کا دلبند ہے ہم مانتے ہیں

واقفِ راہ خدا کاشف اسرار خدا
ارجمند اور دلبند ہے ہم مانتے ہیں

مظہر حق و علا مہبط انوار سماء
علم قرآن کا ہنرمند ہے ہم مانتے ہیں

جس نے ویرانے میں اک بستی بسائی ہے نئی
وہ یہی اپنا چمن بند ہے ہم مانتے ہیں

ربوہ میں پھول کھلے نخل ہیں پھل ایں نے ملے
جانشین احمدؑ کا برومند ہے ہم مانتے ہیں

کس نے صحرا کو کیا ذات قرار و معین
یہ ملائک کی شکر خند ہے ہم مانتے ہیں

قادیاں ربوہ کی صورت میں نمودار ہوئی
یہ مسیحا ہے فرزند ہے ہم مانتے ہیں

جس نے اسلام کی تبلیغ سے شہرت پائی
فارسی ترک سمرقند ہے ہم مانتے ہیں

روز و شب تذکرہ و فکر جہادِ قلمی
ہر مرید آپ کا پابند ہے ہم مانتے ہیں

عشر دیتے ہیں بصد شوق رہِ مولیٰ میں
آج اس بات کا وہ چند ہے ہم مانتے ہیں

خانہ آباد رہے دولت و حشمت بھی بڑھے
یہ دعائے دلِ آنند ہے ہم مانتے ہیں

وہ ذریعہ ہے دعاؤں کی قبولیت کا
کون کہتا ہے کہ در بند ہے ہم مانتے ہیں

رقصِ مستانہ سرود ہے پئے جاناں اکمل
کہ جو مؤمن ہے وہ خورسند ہے ہم مانتے ہیں

پیشگوئی "مصلح موعود" اور اُس کا پس منظر

از مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ انگلستان و بلاد عربیہ

محترم شمس صاحب نے امسال جلسہ سالانہ کے موقع پر "پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق" ایک پر مغز تقریر فرمائی جو "الفضل ربوہ" میں بالاقساط شائع ہوئی ذیل میں تقریر کا ابتدائی حصہ اخبار الفضل سے نقل کیا جاتا ہے۔ جو تاریخی پہلو کے ساتھ ساتھ مندرجہ عنوان کی بخوبی وضاحت کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)

ایک حدیث نبوی کی تشریح

آج سے چودہ سو برس پیشتر نبیوں کے سردار حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا۔ کہ یتزوج ویولد لہ کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے لئے یعنی اس کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اسے ایک بیٹا دیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

قد اخبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج ویولد لہ ففیہ اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولدا صالحا یشابہ اباہ ولا یاباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۸)

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی۔ کہ مسیح موعود شادی کرے گا۔ اور اس کے اولاد ہوگی۔ تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خاص طور پر ایک صالح فرزند عطا کرے گا جو اپنے باپ کی نظیر ہوگا اور ہر ایک امر میں اس کا مطیع و فرمانبردار اور وہ اللہ تعالےٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔

اسی طرح اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص۳۱۲ میں فرماتے ہیں:۔

"اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا۔ اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔"

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کئی سو سال بعد حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مہدی کا ذکر کرتے ہوئے بالہام الٰہی یہ پیشگوئی فرمائی:۔

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

اس شعر کے متعلق حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گذر جائے گا۔ تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالےٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا۔ جو اس کے نمونہ پر ہوگا اور اس کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا۔ اور وہ اس کے بعد اس کی یادگار ہوگا یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔"

(نشان آسمانی ص۱۴)

پس آنیوالے مسیح کا وہ پسر موعود جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور اولیاء نے بھی خدا تعالےٰ سے علم پاکر پیشگوئی فرمائی کہ وہ اپنے باپ کے رنگ میں رنگین اور اس کا جانشین ہوگا۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی وعدہ فرمایا کہ آپ کو ایک فرزند صالح اور پارسا عطا کیا جائے گا۔ جو مصلح موعود اور حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہوگا۔ وہ پسر موعود مصلح موعود کون ہے۔ جو ان تمام پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ یہ ہے میری تقریر کا عنوان اور موضوع جس کے متعلق میں مقررہ وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

قادیان کے ہندوؤں کی نشان نمائی کے لئے درخواست

مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مفصل پیشگوئی کا ذکر کرنے سے پہلے یہ ذکر کر دینا ضروری ہے۔ کہ ۱۸۸۵ء میں منشی تاراچند کھتری، لچھمن رام اور پنڈت نہال چند وغیرہ دس ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بذریعہ چٹھی یہ درخواست کی کہ آپ نے لندن اور امریکہ کے لوگوں کو بذریعہ رجسٹرڈ خطوط یہ دعوت دی ہے کہ اگر کوئی طالب صادق ایک برس تک میرے پاس قادیان آکر ٹھہرے تو خدا تعالےٰ اس کو ایسے نشان درباره اثبات حقیقت اسلام ضرور دکھائے گا۔ کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔ "سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہم شہری ہیں لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ حقدار ہیں۔"

"ہاں! ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالا ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راستبازی دینی کے عین محبت اور پاکی کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقت اطلاع بخشتا ہے۔ یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے۔ جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقبولوں بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی چٹھی کو مخلصانہ درخواست قرار دیتے ہوئے جواباً تحریر فرمایا:۔

"اگر آپ صاحبان ان عہدوں کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ ظاہر کر چکے ہیں۔ تو ضرور خدا ئے قادر مطلق جلشانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا۔ جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔"

ہندوؤں کے مکتوب میں نشان کی مدت کے متعلق یہ لکھا گیا تھا۔

"سال جو نشانوں کے دکھلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔"

یہ خطوط لالہ شرمپت (رائے ممبر آریہ سماج قادیان) نے تین گواہوں کی گواہی کے ساتھ "ریاض ہند پریس" امرتسر میں بصورت اشتہار شائع کر دیئے۔ (دیکھو تبلیغ رسالت جلد ۱ ص۴۹، ۵۰)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سوجانپور جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر آپ کو الہام ہوا۔

"تیری عقدہ کشائی ہوشیارپور میں ہوگی۔"

اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ اشارہ پاکر آپ نے ہوشیارپور جاکر چالیس دن تک اہل دنیا سے بکلی منقطع ہوکر اپنے قادر خدا سے نہایت عاجزی اور تضرع و زاری سے دعائیں کیں اور اس کی تائید اور نصرت کا نشان طلب کیا۔ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ نے اشتہار لکھا۔ جو ضمیمہ ریاض ہند مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپ نے فرمایا:۔

"خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لاویں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول و الآخر مظہر الحق والعلاء کان اللّٰہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً۔

ذریت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق الہامات

اس خاص موعود لڑکے کے متعلق بشارت دے کر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت اور آپ کی نصرت و کامیابی اور دشمنوں کی ناکامی و نامرادی کے متعلق فرمایا:۔

"تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے۔ تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کریگا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائے گا اور اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔

تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولیگا اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تذکرہ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷ بحوالہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

پس جس فرزند صالح کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیائے امت نے کی تھی۔ اسی فرزند دلبند گرامی ارجمند کے خصائل و صفات کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا الہامات میں کیا گیا ہے۔ اور قادیان کے دس ہندوؤں نے قبولیت دعا اور اسرار مخفیہ پر اطلاع اور نصرت و تائید الٰہی کا نشان جو انسانی طاقتوں سے بالا ہو طلب کیا تھا۔ اسی کے مطابق یہ نشان آپ کو دیا گیا۔ جو نہ صرف ان کے لئے بلکہ لندن و امریکہ اور تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہے۔ اس میں قبولیت دعا اور اسرار غیبیہ پر اطلاع پانے کا ذکر بھی موجود ہے۔ فرزند موعود کا پیدا ہونا اور اس کا اعلیٰ صفات سے متصف ہونا اور اس کے ذریعہ دین حق کی اشاعت اور غلبۂ اور نیز اسلام اور قرآن مجید کلام اللہ کا شرف ظاہر ہونا۔ اور یہ کہ وہ آپ کا جانشین ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اور یہ کہ وہ لمبی عمر پائے گا۔ نیز یہ کہ آپ کی ذریت کبھی منقطع نہ ہوگی اور آپ کی نسل کثرت سے ہوگی۔ اور ان میں بعض کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور آپ کے جدی بھائیوں کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ اور وہ لاولد رہ کر مر جائیں گے۔ اور یہ کہ آپ کے خالص اور دلی محبوں کے گروہ کو بڑھائے گا۔ اور آپ کی دعوت کو زمین کے کناروں تک پہونچائے گا۔ اور آپ کے حاسد اور دشمن جو آپ کے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا آپ کو بکلی کامیاب کرے گا۔ یہ سب امور اسرار غیبیہ اور پوشیدہ بھید ہیں جو بطور پیشگوئی آپ پر ظاہر کئے گئے جن کا پورا ہونا یقینی طور پر انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور پھر اس میں آپ کی مدد اور حمایت کا ایسے طور پر وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور اپنے ملہموں سے کرتا آیا ہے۔

اس نشان کی اہمیت

یہ وہ نشان ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا اور اشتہار ۲۰ فروری کے مندرجہ الہامات میں اس نشان کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:۔

"اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔"

اور اسی نشان کے متعلق حضور نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں تحریر فرمایا:۔

"یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے۔ جس کو خدائے کریم جلشانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔"

آریہ سماج کا ردِ عمل

اس نشان کی اشاعت کے بعد آریوں میں سے پنڈت لیکھرام نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے جواب میں ۱۸ مارچ ۱۸۸۶ء کو لکھا:۔

"آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی"

نیز لکھا:۔

"ہمارا الہام کہتا ہے۔ کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۶-۵۰۱)

اگر پنڈت لیکھرام کی اس تحریر کے بعد تین سال تک وہ موعود لڑکا پیدا نہ ہوتا۔ تو اس کا اعتراض ایک حد تک قوی ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہاں اگست ۱۸۸۷ء میں جب بشیر اول پیدا ہو کر وفات پا گیا تو پنڈت لیکھرام نے اس پر خوشی منائی۔ اور اس کی وفات کو اپنی پیشگوئی کی صداقت کا نشان ٹھہرایا گیا۔ اس حالت میں یہ ضروری نہ تھا کہ موعود لڑکا تین سال کے اندر اندر پیدا ہو کر اس دشمن اسلام کی پیشگوئی کو غلط ثابت کرتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ پسر موعود و مصلح موعود ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو جبکہ تین سال پورے ہونے میں ابھی دو مہینے باقی تھے پیدا ہوا۔

پیشگوئی "مصلح موعود"
مخالفین اسلام کیلئے ایک کھلا نشان

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ٭ یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

از مکرم مولوی شریف احمدؐ صاحب امینی مبلغ انچارج مدراس

پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر

پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اُس کے پس منظر اور اُس زمانہ میں اسلام کی حالت کو دیکھنا از حد ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُنیسویں صدی عیسوی کے آخر میں اسلام ایک نازک دور میں سے گذر رہا تھا۔ اور اس کی حالت اس شعر کی مصداق تھی ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین
(المسیح الموعودؑ)

ایک طرف پنڈت دیانند سرسوتی کی تحریک سے پیدا ہو کر ہندوؤں میں ایک جماعت "آریہ سماج" کے نام سے قائم ہوئی۔ جس نے نہ صرف ہندوؤں کے لئے ایک نیا مذہبی فلسفہ پیش کیا۔ بلکہ دوسرے مذاہب خصوصاً اسلام کے خلاف ہندو قوم میں ایک جارحانہ روح پیدا کر دی۔ وہ علی الاعلان اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریر و تحریر کے ذریعہ عوام میں ایک نفرت اور اشتعال پیدا کرنے لگے دوسری طرف ہندوستان کے مسیحی پادریوں نے بھی جو دہلی کے غدر کے بعد مسلمانوں کے مذہبی جوش و خروش سے کسی قدر مرعوب ہو کر سہمے ہوئے تھے اب پھر سر اٹھانا شروع کیا۔ اور انگریزی حکومت کے سایہ میں ایک نہایت پر زور مشنری مہم شروع کر دی۔ اُن کا نشانہ بھی زیادہ تر اسلام اور مسلمان ہی تھے۔ اور ویسے بھی عیسائی مذہب اس زمانہ میں ساری دنیا میں ایک طوفان عظیم کی طرح جوش مار رہا تھا۔ تیسری طرف یہ زمانہ ہندوستان کی ایک مشہور مذہبی تحریک "برہمو سماج" کے زور کا زمانہ تھا۔ جس کا جدید مذہبی فلسفہ امن آشتی اور صلح کل پالیسی کے لباس میں مذہب کی مجموعی روح کے لئے ایک کاٹنے والی تلوار کا حکم رکھتا تھا۔ یہ لوگ سرے سے الہام الٰہی کے ہی منکر تھے۔ خدا تعالیٰ کے کسی بندے سے کلام کرنے کو امر محال سمجھتے تھے۔ اور در پردہ وہ اسلام اور اس کی شریعت قرآن مجید پر ایک سخت حملہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق قرآن مجید وہ کلام الٰہی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی و معاشرتی اصلاح و ترقی کے لئے نازل فرمایا۔ برہمو سماج کے نظریہ کے مطابق نعوذ باللہ قرآن مجید محض آنحضرت کے خیالات ذاتی کا مجموعہ قرار پاتا ہے نہ کہ کلام الٰہی۔ چوتھی طرف اس زمانہ میں ساری دنیا کا یہ حال ہو رہا تھا۔ کہ مغربی تہذیب و تمدن کی بظاہر خوشگوار ہوائیں جہاں جہاں سے گذرتی تھیں، وہاں وہاں دہریت و الحاد اور مادیت کا بیج بوتی جاتی تھیں اور یہ زہر بڑی سرعت کے ساتھ ہر قوم و ملک میں سرایت کرتا جا رہا تھا۔ اور خود مسلمان بھی اس مغربی تہذیب و ثقافت کا شکار ہو کر بلکہ دلدادہ ہو کر اسلام اور اس کے اصولوں سے برگشتہ ہو چکے تھے اور اُن کے دل میں اسلام کی مدافعت کے لئے کوئی جوش و جذبہ نہ تھا۔ اور وہ صرف اپنی نفسانی اغراض و فوائد کے پورا کرنے میں ہی منہمک تھے غرض ما قیل ؎

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دینِ احمد کار نیست
(المسیح الموعودؑ)

ایسی نازک حالت میں اسلام کے محافظ خدا جس نے وعدہ کیا تھا۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔

کہ ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اپنی غیرت کا اظہار فرمایا۔ اور اپنے وعدہ کے ماتحت اسلام کی حفاظت و مدافعت کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ کو اپنے الہام و کلام سے مشرف فرمایا۔ اور آپ کو روحانی دلائل و براہین سے مسلح فرمایا۔ چنانچہ اس چوطرفہ خطرہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیز اور دوربین آنکھ نے دیکھا۔ اور آپ کی اکیلی مگر بہادر روح اس مہیب خطرے کے مقابلہ کے لئے خدا تعالیٰ کے اذن و تائید پاکر بے قرار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور آپ نے سب سے پہلے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "براہین احمدیہ" ۱۸۸۰ء-۱۸۸۴ء میں شائع فرمائی۔ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے جس میں اسلام پر مخالفین کے اس مرکب اور مشترکہ حملہ کا جواب دیا گیا ہے۔ جو آریوں۔ عیسائیوں اور برہمو سماجیوں وغیرہ کی طرف سے ہو رہا تھا۔

اس کتاب میں خصوصیت سے الہام کی ضرورت اور اُس کی حقیقت۔ اسلام کی صداقت اور قرآن مجید کی فضیلت خدا تعالیٰ کی قدرت اور اُس کے علم کی وسعت اور خدا تعالیٰ کی دیگر صفات پر نہایت لطیف اور سیر کن بحثیں ہیں اور ساتھ ہی اپنا ملہم ہونا ظاہر کر کے اپنے بہت سے الہامات بھی درج کئے گئے تھے۔ غرض یہ اس پایہ کی کتاب ہے کہ محققین نے اسے بالاتفاق اس زمانہ میں اسلامی مدافعت کا شاہکار قرار دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جذبہ روحانی اور خدمت اسلامی کا اعتراف مخالفین احمدیت بھی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ چنانچہ

۱۔ چوہدری افضل حق صدر جمعیۃ "احرار" اپنی کتاب "فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں" کے صفحہ ۴۶ پر انیسویں صدی کے آخری حصہ میں مسلمانوں کے جمود کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا۔ جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا۔ مگر حسب معمول خواب گراں طاری ہو گئی مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا (؟) تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔"
(فتنۂ ارتداد ص ۲۴)

۲۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو سلسلہ احمدیہ کے شدید معاندین اور اول المکفرین میں سے تھے۔ وہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

(ا) "ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔" (اشاعت السنہ جلد ۷ نمبر ۶ صفحہ ۱۶۹)

(ب) "اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی جانی قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے۔ جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ نصرت حالی کا بیڑا اُٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو۔ کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کر لے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا غیر اقوام کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"
(رسالہ اشاعت السنہ جلد ۷ نمبر ۶ صفحہ ۱۶۹)

(ج) "مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے۔ اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدی کی ہے۔ اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائل عقلیہ و نقلیہ قرآنیہ و معجزات نبویہ محمدیہ (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کر لے۔"
(اشاعت السنہ جلد ۷ نمبر ۶ ص ۳۴۸)

حضرت مسیح موعود کی چلّہ کشی اور نشانِ رحمت

چونکہ اسلام کی مدافعت و حفاظت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیگر مخالفین اسلام سے تقریری و تحریری مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور ان مخالفین کے مقابل پر اسلام کی زندگی اور حقانیت کے دعویدار تھے۔ اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو رہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ مخالفین اسلام پر "اتمام حجت" کے لئے کوئی تازہ نشان ظاہر فرمائے۔ چنانچہ ۱۸۸۶ء کے شروع میں آپ خدائی منشاء کے ماتحت ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ جو قادیان سے قریباً ۴۰ میل مشرق کی طرف واقع ہے یہاں آپ نے چالیس دن تک ایک علیحدہ مکان میں جو آبادی سے کسی قدر الگ تھا عبادت اور ذکر الٰہی میں وقت گذارا۔ ان ایام میں آپ پر بہت سے انوار سماوی کا انکشاف ہوا۔ اور "پسر موعود" کے متعلق بھی انہی دنوں میں الہامات

ہوئے۔ جس میں بتایا گیا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک ایسا لڑکا دے گا جو خدا کی طرف سے ایک خاص رحمت کا نشان ہوگا۔ اور اُس کے ذریعہ دین کو بہت ترقی حاصل ہوگی۔

نشانِ رحمت کی غرض و غایت

چنانچہ اس "نشانِ رحمت" کا ذکر کرتے ہوئے آپ اپنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ

"تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ یہ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان لاتے اور خدا کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

تحدّی

اور اسی اشتہار میں اس "نشانِ رحمت" کی مثل لانے کی مخالفینِ اسلام کو خدا تعالیٰ کے الفاظ میں یوں تحدی فرماتے ہیں:۔

"اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہو جو ہم نے اپنے بندے پر کیا اس "نشانِ رحمت" کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو۔ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔" مگر مخالفینِ اسلام ایسی پیشگوئی کی نظیر لانے سے قاصر تھے۔ کیونکہ وہ تو الہام الٰہی کے ہی منکر یا اُس سے ناامید ہو چکے تھے ؎

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے (المسیح الموعود)

پسرِ موعود کی پیدائش کی میعاد

اس "نشانِ رحمت" میں جس "پسرِ موعود" کی بشارت دی گئی تھی۔ اُس کی پیدائش کی میعاد کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

(۱) "ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ (۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) انہی ۹ سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا۔" (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

(ب) "دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام میں بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔" (سبز اشتہار)

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

پسرِ موعود کی پیدائش اور پیشگوئی کا پورا ہونا

چنانچہ جس روحانی صفات والے لڑکے کی پیدائش کی بشارت ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں دی گئی تھی اور جس کی پیدائش کی انتہائی مدت ۹ سال یعنی ۱۸۹۵ء قرار دی گئی تھی وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا۔ اور اُس کی پیدائش کی اطلاع بذریعہ اشتہار مخالفین و موافقین کو دی گئی۔ اس پسرِ موعود اور مصلح موعود کا اسم گرامی حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہے۔ جو آج جماعت احمدیہ کے امام اور خلیفہ ثانی ہیں سیدنا حضرت محمود کی پیدائش۔ زندگی کا ہر لمحہ اور شاندار اسلامی خدمات۔ خدائے حی و قیوم کی ہستی۔ مذہب اسلام کی زندگی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر روشن گواہ ہیں!!

مصلح موعود کی پیشگوئی کے دو پہلو

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس "نشانِ رحمت" کی اصل غرض یہ تھی کہ

"تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "یا انہیں جو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلعم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔"

متذکرہ بالا پیشگوئی کے مندرجہ الفاظ اپنے اندر دو پہلو رکھتے ہیں۔

اول:۔ جب یہ "نشانِ رحمت" حسبِ پیشگوئی ظاہر ہوگا۔ اور وہ "پسرِ موعود" یعنی میعاد مقررہ کے اندر پیدا ہو جائیگا تو مخالفینِ اسلام کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہوگا۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے ان لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر یہ پیشگوئی کی۔ جو کلام الٰہی کے منکرین یا مذہب اسلام میں روحانیت و زندگی کے قائل نہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب کا یہ دعویٰ تھا کہ اگر کوئی مذہب زندہ ہے تو وہ فقط اسلام ہے۔ اور اگر کوئی کتاب زندہ ہے۔ تو وہ قرآن مجید ہے اور اگر کوئی رسول زندہ ہے تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی زندگی کا یہ ثبوت ہے کہ آج مذہب اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اور آنحضرت کی اتباع و فرمانبرداری کی برکت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اُس کے کلام و الہام سے انسان مشرف ہو سکتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا اپنی علامات کے ساتھ پورا ہونا اسلام کی زندگی و حقانیت کا باعث ہوا۔ اور اس طرح دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوا۔ اور یہ پیشگوئی اور "نشانِ رحمت" ایک سلیم الطبع انسان کے لئے خدائے بزرگ و برتر کی ہستی۔ اسلام کی سچائی اور حقانیت کی روشن دلیل ہے کہ ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

دوم:۔ دوسرا پہلو اس پیشگوئی میں یہ مخفی تھا کہ وہ "پسرِ موعود" معین میعاد میں پیدا ہوگا اور اپنے اندر وہ صفات خاصہ رکھے گا جو پیشگوئی میں مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُسے زندگی دے گا۔ اور اُس کو ایسا مقام باوجاہت دے گا جس کے نتیجہ میں "دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ" لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۹۱۴ء میں تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور آپ کے ذریعہ سے دنیا میں اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ علوم قرآنیہ کا شاندار کام وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے قومیں برکت حاصل کر کے روحانی زندگی پا رہی ہیں۔ آپ کی کئی ایک تعداد میں تصانیف موجود ہیں۔ دلائل سے اسلام کی برتری کو دیگر ادیان و مذاہب پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح آپ نے قرآن مجید کی تفاسیر لکھ کر قرآنی حقائق و معارف کو بیان فرما کر کلام اللہ کے مرتبہ کو لوگوں پر ظاہر فرمایا ہے کہ آج دنیا کی روحانی اخلاقی۔ تمدنی و معاشرتی اور اقتصادی مشکلات کا حل اگر کہیں مل سکتا ہے۔ تو وہ قرآن مجید میں ہی ملے گا۔ آپ کی تبلیغی تنظیم کے نتیجہ میں متعدد ایشیائی و یورپین ممالک میں ہزار ہا غیر مسلموں (عیسائیوں، ہندوؤں وغیرہ) پر دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوا اور وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ افریقہ کے تاریک براعظم میں بھی اسلام کی نورانی کرنیں پہنچ گئی ہیں۔ اور اُس علاقہ کو اسلامی نور سے منور کر رہی ہیں۔ یورپین ممالک میں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ قرآن مجید کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو رہے ہیں الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

پس یہ "نشانِ رحمت" ہر پہلو سے مخالفینِ اسلام پر اتمامِ حجت ہے کہ اسلام ایک "زندہ مذہب" ہے۔ جس کے اندر آج بھی اعجازِ نمائی کی طاقت ہے اور جس کی روحانی تاثیرات آج بھی عاشقانِ اسلام اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کر رہے ہیں چنانچہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنی زندگی میں صاف اعلان فرمایا کہ

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے۔ جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرالے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کوئی عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں۔ کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے۔ اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں آسمان و زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں۔ کہ یہ باتیں سچ ہیں۔ اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے۔ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ برکات ظہور میں آرہے ہیں غیب کے چشمے کھل رہے ہیں۔ مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکالے۔" (دیکھئے زندہ رسول)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحدی کا زندہ ثبوت یہ "نشانِ رحمت" ہے۔ اور "پسرِ موعود" سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ۔ زندہ خدا۔ زندہ رسول۔ زندہ قرآن کا ایک "زندہ نشان" ہے۔ اور "زندہ مذہب اسلام" کی ایک زندہ اور جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کاش غیر مسلموں کی آنکھیں بھی اس "زندہ نشان" کا مشاہدہ کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکی عمر و صحت میں برکت دے۔ اور آپکی شاندار تبلیغی سرگرمیوں کے شاندار نتائج ظاہر فرماتا جائے۔

حضرت محمود۔ زندہ باد المصلح الموعود۔ پائندہ باد دائم آمین

خطبہ عید الاضحیٰ

جن بزرگوں نے ہمارے ملک میں اسلام کو پھیلایا انہی کے نقشِ قدم پر چل کر تم بھی اسلام کی خدمت کرو

روحانیت کے لحاظ سے آج بھی ہمارے ملک کو چشتیوں، سہروردیوں اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۹؍ جولائی ۱۹۵۷ء بمقام ربوہ

۹؍ جولائی ۱۹۵۷ء کو حضور نے عید الاضحیٰ کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں حضور نے نہایت لطیف رنگ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی حقیقت واضح کرتے ہوئے احمدی نوجوانوں کو ایک نئے وقف کے ماتحت اپنی زندگیاں خدمتِ اسلام کے لئے پیش کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔ یہی تحریک اب وقفِ جدید کے نام سے معروف ہے جس کے تحت احباب جماعت بڑھ چڑھ کر جانی اور مالی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ چونکہ "مصلح موعود" کے عظیم الشان کاموں میں اشاعتِ دین کا کام بھی بیان کیا گیا ہے اس لئے اس خطبہ میں بیان فرمودہ ہدایات بھی اس پیشگوئی کے ساتھ خاص تعلق رکھتی ہیں۔ (ادارہ)

یہ عید قربانیوں کی عید ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یاد میں ہے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی

یہ نہیں تھی جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انہیں ذبح کرنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے زمین پر لٹا دیا تھا لیکن بعد میں خدا تعالیٰ سے الہام پا کر آپ نے ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور الٰہی اشارہ کی بنا پر ان کی جگہ ایک بکرا ذبح کر دیا۔ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادیٔ مکہ میں چھوڑ آنے کے متعلق یہ رؤیا دکھائی گئی تھی۔ کیونکہ ایک بے آب و گیاہ وادی میں بیٹھ جانا بھی بہت بڑی قربانی ہے۔ جیسے شروع شروع میں ربوہ میں چند آدمی خیمے لگا کر بیٹھ گئے تھے تاکہ اسے آباد کیا جائے وہ آدمی درحقیقت اسی دلت اسمٰعیلی سنت کو پورا کر رہے تھے۔ وہ صرف اس لئے یہاں بیٹھ گئے تھے کہ آئندہ یہاں ربوہ آباد کیا جائے۔ اگر وہ قربانی نہ کرتے اور ربوہ میں آکر خیمے لگا کر نہ بیٹھ جاتے تو نہ یہ شہر بنتا نہ سڑکیں بنتیں نہ بازار بنتے۔ نہ مکانات بنتے۔ اور یہ جگہ پہلے کی طرح چٹیل میدان ہی رہتی۔

امریکہ میں جو فری تھنکنگ (Free Thinking) کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اس کا بانی ایک فرانسیسی شخص ہے۔ اس نے اپنا قصہ یہی لکھا ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے ساتھ ایک پادری کا وعظ سننے گیا۔ تو وہاں اس نے یہ کہا کہ ابراہیمؑ بڑا نیک انسان تھا۔ اس نے

خدا کی خاطر

اپنے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھری پھیر دی۔ وہ لکھتا ہے کہ اتفاق کی بات ہے میں بھی اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہی تھا۔ میں وہاں سے نکل کے بھاگا۔ میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر میرے باپ کو یہ خطبہ پسند آگیا تو وہ کہیں میری گردن پر بھی چھری نہ پھیر دے۔ میں سمندر پر گیا وہاں ایک امریکہ جانے والا جہاز کھڑا تھا۔ میں اس میں گھس گیا اور کسی کونہ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اور اس طرح امریکہ پہنچ گیا۔ یہاں آکر میں نے یہ دہریت والی تحریک جاری کی۔ غرضیکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کو غلط شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

رؤیا کا یہ مطلب تھا

کہ آپ اپنی مرضی سے اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ وادیٔ مکہ ایک بے آب و گیاہ جنگل ہے اور وہاں کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا اپنی بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑ آئیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو آپ نے اپنی نیکی اور تقویٰ کے ساتھ اپنے گرد لوگوں کا ایک گروہ جمع کر لیا اور انہیں نماز اور زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کی تحریک کر کے اور اس طرح عمرہ اور حج کے طریق کو جاری کر کے آپ نے مکہ کو آباد کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں صدیوں سے مکہ آباد چلا آتا ہے۔ قریباً تین ہزار سال سے برابر خانہ کعبہ آباد ہے۔ اور اس کا طواف اور حج کیا جاتا ہے۔ پس

عید الاضحیہ کی قربانی

بے شک اس قربانی کی یاد دلاتی ہے۔ مگر اس قربانی کی یاد نہیں دلاتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظاہری شکل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیر دی بلکہ درحقیقت قربانیوں کی

عید ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے

کہ ہم خدا کی خاطر اور اس کے دین کے لئے جنگلوں میں جائیں اور وہاں جا کر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کریں اور لوگوں سے اس کے رسول کا کلمہ پڑھوائیں جیسا کہ ہمارے صوفیائے کرام کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہماری قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے مشابہ ہوگی۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ قربانی بالکل حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی طرح ہو جائے گی۔ کیونکہ دلوں کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دل کی حالت اور تھی۔ اور ہمارے زمانہ کے لوگوں کی دلوں کی حالت اور ہے۔ مگر بہرحال وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ ضرور ہو جائے گی۔ پس تم اپنے آپ کو

اس قربانی کے لئے پیش کرو

میرے نزدیک اس زمانہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ قربانی وہ مبلغ کر رہے ہیں جو مشرقی اور مغربی افریقہ میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ وہ غیر آباد ملک ہیں۔ جن میں کوئی شخص خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام نہیں جانتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر انہیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام بتایا۔ میں پہلے بھی ایک خطبہ میں بتا چکا ہوں کہ مغربی افریقہ کے ایک ملک میں عیسائیوں نے اپنے پریس میں احمدی اخبار کا چھاپنا بند کر دیا تو ہمارے مبلغ انچارج جماعت کا علیحدہ پریس لگانے کے سلسلہ میں چندہ اکٹھا کرنے کے لئے ایک جگہ گئے۔ وہاں انہیں ایک ایسا آدمی ملا۔ جسے انہوں نے بڑی تبلیغ کی تھی۔ مگر اس نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ بعد میں اس کے پاس ایک مقامی مبلغ پہنچا تو اس نے کہا کہ تمہارے بڑے پاکستانی مبلغ نے بھی مجھے تبلیغ کی ہے۔ لیکن اگر یہ دریا (وہ اس وقت ایک دریا کے کنارے جا رہے تھے) اپنا رُخ پھیر کر اُلٹی طرف چل پڑے تو یہ بات ممکن ہے لیکن میرا احمدیت کو قبول کرنا ناممکن ہے۔ لیکن کچھ دن اس مبلغ کی صحبت میں رہنے کا

اس پر ایسا اثر ہوا

کہ وہ احمدی ہو گیا۔ ہمارے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ جب میں وہاں چندہ لینے گیا۔ تو اتفاقاً وہ شخص اس شہر میں آیا ہوا تھا۔ وہ مجھے ملا اور کہنے لگا۔ آپ یہاں کیسے تشریف لائے ہیں۔ میں نے اسے اپنی آمد کا مقصد بتایا اور کہا کہ عیسائیوں نے اپنے پریس میں ہمارا اخبار شائع کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر تمہارے خدا میں کوئی طاقت ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ وہ

کوئی معجزہ دکھائے

اور تمہارا اپنا پریس جاری کر دے۔ پس میں اپنا علیحدہ پریس لگانے کے لئے چندہ اکٹھا کرنے آیا ہوں۔ اس پر وہ احمدی دوست کہنے لگا۔ مولوی صاحب یہ تو بڑی بے غیرتی ہے کہ اب ہمارا اخبار ان کے پریس میں چھپے۔ آپ یہاں کچھ دیر انتظار کریں میں ابھی آتا ہوں۔ اس کا گاؤں قریب ہی تھا وہ وہاں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر اس نے پانچ سو پونڈ کی رقم مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ پریس کے سلسلہ میں یہ میرا چندہ ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مد میں ۲۵۰۰ پونڈ کے قریب چندہ جمع ہو چکا ہے۔ اور اب سنا ہے کہ پریس لگ رہا ہے۔ یا کم از کم وہ انگلستان سے چل چکا ہے۔ غرض ہمارے یہ مبلغ ایسے ممالک میں کام کر رہے ہیں جہاں

جنگل ہی جنگل ہیں

شروع شروع میں جب ہمارے مبلغ وہاں گئے۔ تو بعض دفعہ انہیں وہاں درختوں کی جڑیں کھانی پڑتی تھیں۔ اور وہ نہایت تنگی سے گزارہ کرتے رہتے۔ جس کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہو جاتی تھی۔ گو اب ہمارے آدمیوں کے میل ملاپ کی وجہ سے ان لوگوں میں کچھ نہ کچھ تہذیب آگئی ہے۔ ان ممالک کو سفید آدمیوں کی قبر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں کھانے پینے کی چیزیں نہیں ملتیں۔ جب سفید آدمی وہاں جاتے ہیں تو وہ مناسب خوراک نہ ملنے کی وجہ سے مر جاتے

ہیں۔ اور ہیضہ وغیرہ بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غرض اس زمانہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے زیادہ سے زیادہ مشابہت ہمارے مبلغوں کو حاصل ہے۔ جو اس وقت مشرقی اور مغربی افریقہ میں کام کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ ملک اس وقت بھی جنگل ہیں اور دنیا میں کوئی اور ملک جنگل نہیں۔ امریکہ بھی آباد ہے۔ یورپ بھی آباد ہے اور مڈل ایسٹ بھی اب آباد ہو چکا ہے۔ لیکن

افریقہ کے اکثر علاقے

اب بھی غیر آباد ہیں۔ ان میں تبلیغ کرنے والوں کو بڑے بڑے لمبے سفر کرنے پڑتے ہیں۔ اور بڑی جانکاہی کے بعد لوگوں تک اسلام پہنچانا پڑتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ملک ہمارے لئے رکھے ہوئے تھے تا کہ ہمارے نوجوان ان میں کام کر کے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے مشابہت حاصل کریں۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے نوجوان افریقہ کے جنگلات میں بھی کام کر رہے ہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ اس ملک میں بھی اس طریق کو جاری کیا جا سکتا ہے چنانچہ

میں چاہتا ہوں

کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ کے نقش قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیاں براہ راست میرے سامنے وقف کریں تا کہ میں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے۔ لیکن

روحانیت کے لحاظ سے

بہت ویران ہو چکا ہے اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے۔ سہروردیوں کی ضرورت ہے۔ اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے اگر یہ لوگ آگے نہ آئے۔ اور حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ اور حضرت فریدالدین صاحب شکر گنجؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے گا۔ بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ ویران ہو جائے گا۔ جتنا کہ مکہ مکرمہ کسی زمانہ میں آبادی کے لحاظ سے ویران تھا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ

جماعت کے نوجوان ہمت کریں

اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے وقف کریں۔

وہ صدر انجمن احمدیہ یا تحریک جدید کے ملازم نہ ہوں بلکہ اپنے گزارہ کے لئے وہ طریق اختیار کریں۔ جو میں انہیں بتاؤں گا۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ دنیا میں نئی آبادیاں قائم کریں اور طریق آبادی کا یہ ہوگا کہ وہ حقیقی طور پر تو نہیں ہاں معنوی طور پر

ربوہ اور قادیان کی محبت

اپنے دلوں سے نکال دیں اور باہر جا کر نئے ربوے اور نئے قادیان بسائیں ابھی اس ملک کے کئی علاقے ایسے ہیں جہاں میلوں میل تک کوئی بڑا قصبہ نہیں وہ جا کر کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور حسب ہدایت وہاں لوگوں کو تعلیم دیں۔ لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث پڑھائیں۔ اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے اور جگہوں پر پھیل جائیں۔ اور اس طرح سارے ملک میں وہ زمانہ دوبارہ آجائے گا جو پرانے صوفیاء کے زمانہ میں تھا۔

دیکھو جہتہ والے لوگوں نے پچھلے زمانہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ یہ دیوبند جو ہے یہ ایسے ہی لوگوں کا قائم کیا ہوا ہے

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

نے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کی ہدایت کے ماتحت یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اور آج سارا ہندوستان ان کے علم سے منور ہو رہا ہے۔

حالانکہ وہ زمانہ حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ کے زمانہ سے کئی سو سال بعد کا تھا۔ لیکن پھر بھی روحانی لحاظ سے وہ اس سے کم نہیں تھا جب کہ ان کے زمانہ میں اسلام ہندوستان میں ایک مسافر کی شکل میں تھا۔ اس زمانہ میں بھی وہ ہندوستان میں ایک مسافر کی شکل میں ہی تھا۔ حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ نے اپنے شاگردوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھجوایا۔ جن میں سے ایک ندوہ کی طرف بھی آیا۔ پھر ان کے ساتھ اور لوگ مل گئے۔ اور ان سب نے اس ملک میں دین اسلام کی بنیادیں مضبوط کیں۔ اب چاہے ان کی اولاد خراب ہو گئی ہے (اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو بچائے کہ وہ خراب نہ ہوں) لیکن ان کی اولادوں کی خرابی ان کے اختیار میں نہیں تھی۔ انہوں نے تو جس حد تک ہو سکا دین کی خدمت کی۔ بلکہ جہاں تک صلبی اولاد کا تعلق ہے

مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی اولاد

پھر بھی دوسروں سے بہت بہتر ہے۔ جب میں ندوہ دیکھنے گیا۔ تو مولویوں نے ہماری بڑی مخالفت کی۔ مگر مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بیٹے یا پوتے جو ان دنوں ندوہ کے منتظم تھے۔ انہوں نے میرا بڑا ادب کیا۔ اور مدرسہ والوں کو حکم دیا کہ جب یہ لوگ آئیں تو ان سے اعزاز کے ساتھ پیش آئیں۔ بعد میں انہوں نے میری دعوت بھی کی۔ لیکن میں پیچش کی وجہ سے اس دعوت میں شریک نہ ہو سکا میرے ساتھ اس سفر میں مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ اور ذوالفقار علی صاحبؓ بھی تھے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے اندر ابھی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ والی شرافت باقی تھی۔ اگر ان میں وہ شرافت نہ ہوتی تو ہمارے جانے پر جیسے اور مولویوں نے مظاہرے کئے تھے وہ بھی مظاہرہ کرتے۔ لیکن انہوں نے مظاہرہ نہیں کیا اور بڑے ادب سے پیش آئے اور بڑی محبت کے ساتھ انہوں نے ہماری دعوت کی اور استقبال کیا۔ بعد میں انہوں نے

مولوی عبید اللہ صاحب سندھی

کو ہمارے پاس بھجوایا اور معذرت کی کہ مجھے پتہ لگا ہے کہ بعض مولویوں نے آپ سے گستاخانہ کلام کیا ہے۔ مجھے اس کا بڑا افسوس ہے۔ میں انہیں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ ایسا نہ کیا کریں۔ لیکن وہ سمجھتے نہیں اس وقت مولوی عبید اللہ صاحب سندھی جو بڑے متمدن اور مہذب آدمی تھے ان کے مشیر کار تھے۔ اور وہ مولوی صاحب کا بڑا لحاظ کرتے تھے اور انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی باتیں مانتے تھے لیکن اصل بات یہی ہے کہ ماننے والے کے اندر جب تک اطاعت کا مادہ نہ ہو۔ تو چاہے اسے کوئی کتنا بڑا آدمی کیوں نہ مل جائے وہ مفید نہیں ہو سکتا۔ مولوی محمد قاسم صاحبؒ کے بیٹے یا پوتے جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان کا نام غالباً محمد یا احمد تھا مولوی عبید اللہ صاحب سندھی انہیں ہمیشہ صحیح مشورہ دیتے رہتے تھے۔ اور ان سے ایسے کام لیتے تھے جس سے اسلامی اخلاق صحیح طور پر ظاہر ہوں۔ چنانچہ

اسی کا یہ نتیجہ تھا

کہ انہوں نے میرا بڑا ادب کیا اور دعوت کی۔ اور بعد میں مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کو میرے پاس بھیج کر معذرت کی کہ بعض مولویوں نے آپ کے ساتھ گستاخانہ کلام کیا ہے۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔ آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔ تو ہماری جماعت کے لئے اس ملک میں بھی صوفیاء کے طریق پر کام کرنے کا موقعہ ہے۔ جیسا کہ دیوبند کے قیام کے زمانہ میں ظاہری آبادی تو بہت تھی۔ لیکن روحانی آبادی کم ہو گئی تھی۔ روحانی آبادی کی کمی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے دیکھ لیا تھا۔ کہ یہاں اب روحانی نسل جاری کرنی چاہیئے۔ تاکہ یہ علاقہ اسلام اور روحانیت کے نور سے منور ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے بڑا کام کیا۔ جیسے ان کے پیر

حضرت سید احمد صاحبؒ بریلوی

نے بڑا کام کیا تھا۔ اور جیسے ان کے ساتھی حضرت اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے بزرگ اعلیٰ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے بڑا کام کیا تھا۔ یہ سارے کے سارے لوگ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ درحقیقت ہر زمانہ کا فرستادہ اور خدا تعالیٰ کا مقرب بندہ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے (باقی انبیاء اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے) سید احمد صاحب سرہندیؒ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ پھر دیوبند کے جو بزرگ تھے وہ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک نیک ذکر دنیا میں چھوڑا ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیئے اسے یاد رکھنا چاہیئے اور اس کی نقل کرنی چاہیئے۔

سو آج بھی زمانہ ہے

حضرت مصلح موعود کی دعاؤں کی قبولیت

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

جب مخالفین اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف شدید ترین حملوں اور اعتراضات کا سلسلہ لمبا ہو گیا تو اس وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے خدا تعالیٰ کے حضور اسلام کی ترقی اور اس کی حقانیت کے اظہار کے لئے دعائیں فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بمقام ہوشیارپور ایک چلہ کرنے کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ ہوشیارپور کے اس حیا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے غلبہ اور ترقی کے لئے آپ کو ایک موعود بیٹے کی عظیم الشان بشارت دی جس کے ذریعہ تمام دنیا میں اسلام کی اشاعت اور ترقی کی بنیادیں رکھی جانی تھیں۔ سو خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے ماتحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود پیدا ہوئے۔

مجھے اس مختصر مضمون میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی دعاؤں کی قبولیت کے لئے بعض نشانات کو بیان کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی وراء الوریٰ ہے۔ اور وہ اپنی سنت مستمرہ کے مطابق اپنی ہستی کو اپنے مقرب بندوں کے ذریعہ ظاہر کیا کرتا ہے۔ گو اس کی جملہ صفات ازلی ابدی ہیں۔ لیکن خصوصیت سے ان کا ظہور خدا تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء کے ذریعہ مخصوص زمانہ میں ہوتا ہے۔

اصل مضمون کے شروع کرنے سے قبل اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ دعا کے معنے پکارنے کے ہیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں جب کوئی بندہ اپنے رب کے حضور کوئی التجا کرتا ہے یا اپنے کسی خاص مقصد کے پورا کرنے کے لئے عرض کرتا ہے تو اسے دعا کہتے ہیں۔ ایک دعا تو اضطراری حالت میں ہوتی ہے جس میں مومن اور غیر مومن کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ لیکن دوسری دعائیں خدا تعالیٰ اپنے مقرب اور نیک بندوں کی دوسروں کی نسبت بہت زیادہ اور بہت جلد قبول فرماتا ہے۔ اسی طرح جیسے ایک دوست دوسرے دوست کی باتوں کو دوسروں کے مقابل پر زیادہ مانتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی اپنے مقربانِ بارگاہ کی دوسروں کے مقابل دعا و التجاء قبول کرتا ہے۔ اور ان کو اپنی خاص نصرت و تائید سے نوازتا ہے۔ دراصل خدا تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندوں اور دوسرے لوگوں میں یہ علامت مابہ الامتیاز ہے۔ اسی وضاحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم مصلح موعود کی پیشگوئی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود کی دیگر خصوصیات کے علاوہ اس میں دعاؤں کی قبولیت کی خصوصیت بھی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ پیشگوئی کے ان الفاظ سے ظاہر ہے "وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا" اور یہ عبارت کہ "نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا" وغیرہ

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ خلافت میں مختلف قسم کے ابتلاء جماعت احمدیہ پر آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کے طفیل اپنے فضل سے ان سب ابتلاؤں کو دور کر کے جماعت کو راہ ترقی پر بسرعت گامزن کرتا چلا گیا۔ فتنہ احرار کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کے مخالفین نے جماعت کو نیست و نابود کرنے کے لئے جو جد و جہد اور کوشش کی اور تکبر و غرور اور جوش و خروش سے آگے بڑھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن حضور کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایسے نازک وقت میں جماعت کی حفاظت فرمائی۔ اسی وقت حضور نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر یہ اعلان فرمایا کہ گو احرار اور ان کے ہمنوا اپنی طاقت اور اپنے جتھے میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ جماعت کے خلاف تمام تدابیر کو بروئے کار لا رہے ہیں۔ لیکن میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین کو نکلتے دیکھتا ہوں۔ اور پھر کیسے معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکال دی۔ انکی تمام تدابیر رائیگاں کر دیں۔ اور جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی ترقی عطا فرمائی۔

۱۹۵۳ء میں جب پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف قریباً تمام دوسرے فرقہ ہائے اسلامیہ نے ایجی ٹیشن کی۔ اور علاوہ عام پبلک کے بعض گورنمنٹ افسران بھی ایجی ٹیشن کی پشت پناہی کرنے لگے ہر جگہ جماعت احمدیہ کے ختم کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔ احمدیوں پر زمین باوجود فراخ ہونے کے تنگ کر دی گئی۔ ایسے وقت میں ہمارے پیارے امام حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود نے اپنی اس جماعت جسے آپ نے ہمیشہ اپنی جسمانی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھا۔ کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور بہت دردمندی کے ساتھ دعائیں کیں اور بہت جلد خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تسلی دی گئی۔ اور آپ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اور پریشان مت ہو خدا تعالیٰ میری طرف دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ اور اس کے معاً بعد خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کی حفاظت کے لئے بھاگتا ہوا آیا۔ اور احمدیت کے مخالفین کو ناکام و نامراد کیا۔

۱۹۴۷ء میں جبکہ پنجاب میں ہر جگہ فسادات کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اور انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ قادیان میں بھی حالات خطرناک تھے اور لوگ اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے اپنے وطنوں کو چھوڑ رہے تھے۔ ایسے نازک وقت میں ہمارے امام سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ قادیان کو ایک دفعہ یہ ہدایت فرمائی کہ قادیان سے کوئی شخص پیدل قافلہ کے ساتھ روانہ نہ ہو۔ ان کے لئے ٹرکوں کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ ایک ایک دن خطرناک سے خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔ یہ ہدایت جاری کرنا صرف اُسی شخص کا کام ہے جسے اپنے خدا پر پورا یقین ہو۔ اور جو یہ سمجھتا ہو کہ میرا خدا میری تضرعات کو ضرور شرفِ قبولیت بخشے گا۔ اور اس خطرناک وقت میں بھی ضرور وہ میری مدد کرے گا اور میرے فرزندوں (تمام جماعت حضور کی روحانی فرزند ہے) کی حفاظت کرے گا۔ اللہ اللہ کس قدر پختہ یقین ہے۔ جو حضور کو اپنے خدا پر ہے۔ قادیان کے تمام احمدی باشندے اس بات پر گواہ ہیں۔ کہ جن غیر لوگوں نے پیدل قافلہ کے ساتھ سفر اختیار کیا ان میں سے بہت سے ہلاک ہوئے اور لُوٹے گئے۔ لیکن جو حضور کی ہدایت کے مطابق قادیان میں ٹھہرے رہے وہ ٹرکوں پر بیٹھ کر آرام اور حفاظت سے پہنچے۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی کوئی گزند نہ پہنچا۔

گزشتہ قریب کے عرصہ میں مجھے دو غیر مسلموں کے ذریعہ حضور کی قبولیت دعا کے دو واقعات کا علم ہوا۔ چند ماہ کی بات ہے۔ میرے دفتر میں ایک سکھ دوست جو قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کے قریب کے ایک گاؤں لالے ننگل کے رہنے والے ہیں تشریف لائے انہوں نے بتایا کہ میں تقسیم ملک سے قبل ایک مرتبہ قادیان آیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ اور قادیان میں بارش ہو رہی تھی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر جب مسجد اقصیٰ سے اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ حضور قادیان میں تو بارش ہو رہی ہے۔ لیکن میرے گاؤں میں سخت گرمی ہے اور وہاں بارش نہ ہونے کے سبب فصلوں کو بہت نقصان ہو رہا ہے۔ حضور دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ ہمارے گاؤں پر بھی بارش نازل فرمائے۔ وہ کہتے ہیں جب میں نے عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اور میں دعا بھی کروں گا۔ اس کے بعد جب میں اپنے گاؤں واپس پہنچا تو وہاں بارش ہو رہی تھی۔ اور جو فصلیں بارش نہ پڑنے کی وجہ سے تباہ ہو رہی تھیں وہ پھر ہری بھری ہو گئیں۔ اس واقعہ کے بعد گو میں مرزا صاحب کا مرید تو نہیں ہوں لیکن میرا مرزا صاحب پر بہت اعتقاد ہے۔

دوسرا واقعہ بھی ایک سکھ دوست کا ہے جو دریائے بیاس کے کنارے ایک گاؤں "کھٹیاں" کے نمبردار ہیں۔ جب میں

کہ ہمارے وہ نوجوان جن میں اس قربانی کا مادہ ہو کہ وہ اپنے گھر بار سے علیحدہ رہ سکیں بے وطنی میں ایک نیا وطن بنائیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ذریعہ سے تمام علاقہ میں نور اسلام اور نورِ ایمان پھیلائیں اپنے آپ کو اس غرض کے لئے وقف کریں۔ میرے نزدیک یہ کام بالکل ناممکن نہیں بلکہ ایک سکیم میرے ذہن میں آ رہی ہے اگر ایسے نوجوان تیار ہوں جو اپنی زندگیاں تحریک جدید کو نہیں بلکہ میرے سامنے وقف کریں اور میری ہدایت کے ماتحت کام کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ خدمتِ اسلام کا ایک بہت بڑا موقعہ اس زمانہ میں ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کے زمانہ میں تھا۔ یا جیسا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح اور دوسرے صوفیاء و اولیاء کے زمانہ میں تھا۔"

پچھلے دنوں بغرض شکار گیا۔ اور نمبردار صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے ہمیں مندرجہ ذیل واقعہ سنایا کہ "میرے پر قتل کا جھوٹا مقدمہ چلایا گیا۔ جس کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ میرے بعض احمدی احباب سے دوستانہ مراسم تھے۔ جب میں قادیان آیا تو انہوں نے مجھے حضور سے ملنے اور دعا کے لئے عرض کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ میں مسجد مبارک میں آیا۔ نماز کے بعد جب حضور گھر تشریف لے جانے لگے تو میں نے سلام عرض کیا اور اپنے مقدمہ کا حال بیان کر کے دعا کے لئے درخواست کی۔ مرزا صاحب نے صرف میرا نام دریافت کیا اور بغیر مزید کوئی بات کئے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ مسجد سے باہر آ کر میں نے اپنے احمدی دوستوں سے کہا کہ حضور نے صرف میرا نام دریافت کیا ہے اور کوئی بات دریافت نہیں کی۔ نہ ہی یہ کہا ہے کہ دعا کروں گا۔ نہ معلوم کیا بات ہے۔ میری یہ بات سن کر ان دوستوں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ حضور آپ کے لئے ضرور دعا کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ حضور کی دعاؤں کے طفیل آپ کو بری کر دے گا۔ انشاء اللہ۔

اس کے بعد میں اپنے گاؤں واپس چلا گیا۔ چند دنوں کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ عدالت لگی ہوئی ہے۔ میں اور میرے ساتھ کے دوسرے ملزمان وہاں موجود ہیں۔ مجسٹریٹ صرف میرا ہی نام لے کر آواز دیتا ہے کسی دوسرے ملزم کو نہیں پکارتا۔ کہ فلاں شخص کون ہے آگے آئے۔ اس کے آواز دینے پر میں اس کے سامنے پیش ہوتا ہوں اور اپنا نام بتاتا ہوں۔ اس خواب کے چند دنوں بعد جب عدالت میں پیشی ہوئی۔ تو بعینہٖ اسی طرح ہوا جس طرح میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ یعنی مقدمہ کے دوران میں مجسٹریٹ نے تمام ملزموں میں سے صرف میرا نام لے کر مجھے اپنے سامنے پیش ہونے کے لئے آواز دی جس پر میں اس کے سامنے پیش ہوا۔ خدا کی قدرت کہ جتنی پیشیاں ہوئیں ہر پیشی میں مجسٹریٹ صرف میرا ہی نام لے کر مجھے بلاتا رہا۔ اسی طریق کار کو دیکھ کر اب معلوم ہوتا تھا کہ مجسٹریٹ ہر بار میرا نام بھول جاتا ہے اور میرے وکیل نے تو مجسٹریٹ کے اس طریق کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ باقیوں میں سے تو شاید کوئی بری ہو جائے لیکن تمہیں مجسٹریٹ ضرور سزا دے گا۔ مگر مجھے کوئی گھبراہٹ نہ ہوئی۔ اور خدا کی شان جب مجسٹریٹ نے مقدمہ کا فیصلہ سنایا تو صرف مجھے بری کیا اور باقی ملزموں کو سزائیں دی گئیں۔ اس واقعہ کا سردار صاحب موصوف پر اتنا گہرا اثر تھا کہ وہ بہت ہی عزت اور عقیدت سے حضور کا ذکر اپنے ملنے والوں سے کرتے رہتے ہیں۔

یوں تو قریبًا ہر احمدی حضور کی دعاؤں کی قبولیت کا گواہ ہے۔ لیکن میں اپنے مضمون کو ختم کرنے سے قبل حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا تجربہ دوستوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ چند سال قبل ہمارے سلسلہ کے ایک مبلغ کا ایک مضمون اخبار الفضل میں شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ جب میں تبلیغ کے لئے باہر جانے لگا تو حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے دیگر ضروری نصائح کے علاوہ ایک اہم نصیحت بھی فرمائی۔ کہ تمہیں جب بھی کوئی مشکل پیش آئے۔ تو حضور کی خدمت میں ضرور دعا کے لئے لکھا کرو۔ کیونکہ بسا اوقات میں نے اس امر کا تجربہ کیا ہے کہ کسی مشکل کے پیش آنے پر ادھر میں نے حضور کو خط لکھا اور ابھی وہ خط راستہ میں ہی تھا اور حضور تک نہ پہنچا تھا کہ خدا تعالیٰ نے حضور کی برکت سے میری اس مشکل کو دور فرما دیا۔

مصلح موعود کی پیشگوئی کے مطابق حضور کے ذریعہ سے تمام دنیا میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوتی تھی۔ اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے زمانہ خلافت میں کس طرح دنیا کے کناروں تک اسلام کی تبلیغ پہنچ رہی ہے سعید روحوں کو قبولیت اسلام کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ اور روز بروز یہ سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کی وجہ سے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کو جذب کرنے والی حضور کی درد مندانہ تضرعات ہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندوں کے متعلق کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ

> ہزار سخت مشکلے نہ گردد حل
> چو پیش اوبروی کار یک دعا باشد

اس شعر کے مطابق سینکڑوں بلکہ ہزاروں احمدیوں کی مشکلات اور مصائب سیدنا حضرت مصلح موعود کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دور فرمائی ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ المصلح الموعود کا وجود نہایت ہی بابرکت اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کا جاذب ہے۔ ابھی حال ہی میں الفضل کی اشاعت میں حضور کی صحت کے متعلق جو اطلاع شائع ہوئی ہے۔ اس کے پیش نظر میں تمام احباب جماعت سے نہایت درد مند دل سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ کا امام جس کی تمام عمر اسلام کی خدمت میں گذری اور جس نے آپ لوگوں کی بھلائی اور ترقی کی خاطر اپنی صحت کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور جس نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ کی بہبودی کے لئے اپنے خدا کے حضور رو رو کر دعائیں کیں۔ اور وہ تقریبًا نصف صدی سے آپ کے غم اور درد میں گھل رہا ہے۔ آج بیمار ہے۔ پس آپ کو بھی فرض ہے کہ ارشاد الٰہی کے مطابق خدا تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں اور وہ جس کی ان گنت راتیں آپ کیلئے جاگتے ہوئے گذری ہیں اس کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے اب آپ بھی راتوں کو جاگ کر خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگیں اور اس محسن عظیم کے احسانات کا کم از کم معمولی سا بدلہ دیں۔ حضور کی صحت کے لئے آہ و زاری اور توجہ و تضرع سے دعا کرنا یقینًا اسلام اور احمدیت بلکہ تمام بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے دعا کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

شانِ مصلح موعود

از سمیع اللہ قیصر۔ انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

السلام اے مظہرِ نورِ حقیقت السلام — السلام اے ہادیٔ راہِ شریعت السلام
السلام اے محرمِ سرِ طریقت السلام — السلام اے مہبطِ وحیٔ سکینت السلام
جلوہ افگن ہے وہ تیرا معرفت افزا جمال — جس سے روشن ہو رہی ہے عقلِ نخلِ وانفعال
لمعۂ حسنِ ازل ہے عشق خود آرا ترا — موجبِ یادِ خدا ہے لطفِ نظارہ ترا
تیرے دل میں موجزن ہے بحرِ عشقِ مصطفےٰ — توبہ توبہ تیرا ادراک اور عقلِ نارسا
اِس طرف تو عشقِ ذاتِ اعلیٰ کی روشن شبیہ — اس طرف ہنگامہ آرا عقلِ مُلّا و فقیہہ
آسمانِ دیں پہ جاری ہے ترا شمسی نظام — نور افشاں ہیں ترے دم سے مہ و انجم تمام
تجھ پہ ہے اسلام نازاں اے گرامی ارجمند! — فہمِ انساں سے ہے تیرا منصبِ ہستی بلند
آسماں سے مژدۂ فتح و ظفر لایا ہے تو — جستجو تھی جسکی وہ شام و سحر لایا ہے تو
عہدِ ماضی کی نگاہوں میں بھی عظمت تھی تری — ان بزرگوں کے دلوں میں بھی محبت تھی تری
حق نے بھیجا تجھ کو حق کی ہم نوائی کیلئے — ہم اسیرانِ مصائب کی رہائی کے لئے
تو ظہورِ وحیٔ حق تو مصلح موعود ہے — یادگارِ و جانشینِ مہدیٔ مسعود ہے
آنے والے مرحبا صد مرحبا صد مرحبا — تو ہے مظہر اشتہارِ سبز کے اعجاز کا
ہے محیطِ دین و دنیا وسعتِ داماں تری — منبعِ فیضِ خدا ہے مجلسِ عرفاں تری
رہ نوردوں کیلئے اعلامِ یزدانی ہے تو — گم شدوں کے واسطے قندیلِ رہبانی ہے تو
کیا عرب اور کیا عجم ہر دل میں ہے عظمت تری — مشرق و مغرب ہے اب جولانگہِ ہمت تری
ہے جہاں شاہد ترا۔ تو جلوۂ مشہود ہے — ہم ہیں عشق منتظر، تو مصلحِ موعود ہے!
بہرِ تسخیرِ جہاں فضلِ عمر آیا ہے تو — آسمانی بادشاہت کی خبر لایا ہے تو
روح کو بیدار کرتی ہے تری موجِ نفس — نغمۂ جاں بخش ہے تیری امامت کا جرس
تو نے فرزانوں کو احساسِ وفاداری دیا — خفتگانِ دہر کو پیغامِ بیداری دیا

السلام اے جلوہ گاہِ حسن و احساں السلام
السلام اے مخزنِ انوارِ عرفاں السلام

جلسہ یوم المصلح الموعود

۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کا دن سلسلہ کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے اس دن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالہام الٰہی مصلح موعود سے متعلق عظیم الشان پیشگوئی فرمائی اسلئے اس دن جملہ جماعتوں میں جلسے کئے جائیں اور اس پیشگوئی کے متعلق احباب جماعت اور دیگر احباب کو واقف و آگاہ کیا جائے۔ اور بعد جلسہ اسکی رپورٹ مرکز میں بھیجی جائے۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

حضرت مُصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ اور تحریکِ جدید کا اجراء

از جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال قادیان

مارچ ۱۹۱۴ء کا مہینہ احمدیت کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حکیم الامۃ حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وفات پر نہ صرف بیگانوں اور مخالفین سلسلہ نے جماعت احمدیہ کے ختم ہونے کے خواب دیکھے بلکہ خود جماعت کے اندر ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہوا۔ اور وہ لوگ جو عمائدین سلسلہ سمجھے جاتے تھے۔ اور جو اپنے آپ کو جماعت کے قیام اور ترقی کا موجب خیال کرتے تھے پسر موعود کی قیادت سے رُوگردانی کرتے ہوئے یہ کہکر قادیان سے رخصت اور جماعت سے الگ ہو گئے کہ یہاں (یعنی قادیان میں نعوذ باللہ) عیسائیت کا دور دورہ ہوگا۔ انہوں نے اپنی عمر اور تجربہ کار اپنی علم اور رسوخ کو۔ اپنی خدمات اور ظاہری بڑائی کو سب کچھ سمجھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں اور بشارتوں کے مطابق حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی راہبری میں جماعت کی ہر رنگ میں حفاظت اور دستگیری فرمائی۔ اور اُسے نہ صرف ہر قسم کے فتنوں اور مخالفتوں کے طوفانوں سے محفوظ رکھا۔ بلکہ جماعت پر ہر صبر آزما دور اور ہر خطرناک مرحلہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کا ایک روشن نشان ثابت ہوا۔ اور ہر نیا آنے والا دن جماعت کے لئے ترقیات کی نئی راہیں کھولنے کا موجب بنا۔ اور وہ بیج جس کی مسیح پاک نے اپنے ہاتھوں سے تخم ریزی فرمائی تھی۔ اُس کی پوزیشن ایک تن آور اور مضبوط درخت کی طرح ہو چکی ہے جس کی شاخیں شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کی طرف پھیل رہی ہیں۔ اور آج سلسلہ کا بڑے سے بڑا دشمن بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔

جماعت احمدیہ کی غیر معمولی ترقیات

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں جو غیر معمولی ترقیات جماعت کو عطا ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اُن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ لیکن چونکہ میرے موجودہ مضمون کا تعلق صرف مالی حصہ تحریک جدید سے ہے۔ اس لئے مندرجہ بالا مختصر تمہید کے بعد مجھے صرف اس قدر بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ حضور اقدس نے جماعت کی تعلیم و تربیت۔ تبلیغ و اشاعت۔ تالیف و تصنیف اور سلسلہ کی ہر قسم کی دیگر ضروریات کے لئے جب کبھی بھی کوئی مالی تحریک فرمائی جماعت نے بشاشت قلب کے ساتھ اس پر لبیک کہا اور مخلصین جماعت نے ہمیشہ عملی طور پر اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے اور اپنے مطاع و امام کے ارشاد پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

جب حضرت مصلح موعود ایدہ الودود ایدہ اللہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے اس وقت مالی اعتبار سے جماعت کی حالت نہایت خستہ اور غیر تسلی بخش تھی یاد رہے صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں صرف چند آنے موجود تھے۔ اور جماعتی ترقی کے بے انتہار تعمیری کاموں کی ذمہ داری کا بار گراں حضور کے لئے چشم براہ تھا۔ حضور اقدس نے اپنی قوت قدسیہ اور حسن انتظام سے نظارتوں کا سلسلہ قائم فرمایا۔ اور جماعتی ضروریات اور اس کے مقابل پر آمد کے ذرائع پیدا کرنے کے لئے باقاعدہ بجٹ کا طریق جاری فرمایا۔ اور اس کی تکمیل و منظوری نمائندگان جماعت کی موجودگی میں مجلس شوریٰ کے ذریعہ ہونے لگی۔ ادھر بیرونی جماعتوں کے احباب کو ایک طرف تو تمام حقہ جماعتی ضروریات کا پورا علم ہونے لگا۔ اور دوسری طرف حضور کے کلمات طیبہ اور ارشادات عالیہ کی برکت سے سست اور کمزور قلوب میں بھی ایک روحانی بیداری اور زندگی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اور بشاشت ایمانی کے ساتھ وہ اعلیٰ معیار پر مالی قربانیاں پیش کرنے لگے۔ اور اس غریب جماعت کے افراد نے خدمت اسلام کے ایسے اہم کام سرانجام دیئے جن کی مثال سوائے قرون اولیٰ کے اسلام کے کسی اور دور یا اس سے قبل کسی اور جماعت میں نہیں ملتی۔

جماعت کی مستورات کی بےمثال قربانی

تمام لازمی چندہ جات کے علاوہ حضرت مصلح موعود نے جب یہ تحریک فرمائی کہ صرف عورتوں کے چندہ سے مرکز تثلیث میں مسجد تیار کی جائے گی۔ تو جماعت کی مستورات نے قربانی کا بے مثال نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے قیمتی زیورات تک حضور کے قدموں میں پیش کر دیئے۔ اور خدا کے فضل سے مسجد لنڈن کی تعمیر کا کام تکمیل کو پہنچا۔

منارۃ المسیح کی تعمیر

خدا کے قائم کردہ خلیفہ برحق نے جماعت کو بلایا کہ آؤ منارۃ المسیح کے کام کی تکمیل کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔ تو اس مد میں ہزاروں روپے مخلصین نے پیش کر دیئے۔ اور یہ کام مکمل ہوا۔ حضور اقدس نے مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے اعلان فرمایا تو احباب جماعت لبیک لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے۔

تعلیم الاسلام کالج

تعلیم الاسلام کالج کے لئے خاص چندہ کی تحریک کی گئی تو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کرنے والوں نے اس مالی مطالبہ کو انشراح صدر کے ساتھ پورا کر کے اپنے وعدۂ بیعت کا عملی ثبوت دیا۔ پھر جب حضور نے غیر معمولی اور ہنگامی ضروریات کے لئے حفاظت مرکز کے چندہ کی تحریک فرمائی۔ تو جماعت احمدیہ کے غریب سے غریب فرد نے اس میں شامل ہوکر اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ پایا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں احباب جماعت نے اپنی تمام کی تمام جائیدادیں سلسلہ کے نام وقف کر دیں۔

جماعت کی دیگر قربانیاں

حضور مختلف مواقع پر مختلف ضروریات سلسلہ کے لئے جماعت کو مالی قربانیوں کے لئے بلاتے رہے۔ اور جماعت احمدیہ کی تاریخ میں کوئی ایسا موقعہ نہیں آیا جبکہ حضور کی ارشاد فرمودہ تحریک نمایاں طور پر کامیاب نہ ہوئی ہو۔

اکناف عالم میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام اور تحریک جدید کا اجراء

جماعت کی ترقی اور مالی پوزیشن کے استحکام کے ساتھ ساتھ جماعت کی ضروریات بڑھتی گئیں۔ اور سب سے بڑی ضرورت جسے حضور نے ہمیشہ مقدم فرمایا وہ تبلیغ و اشاعت اسلام کی ضرورت ہے حضور کے عہد مبارک میں ہندوستان کے مختلف حصوں کے علاوہ دنیا کے اکثر ممالک میں بھی احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا۔ لیکن بیرونی ممالک میں تبلیغی ضروریات جماعت کے عام مالی وسائل کے مقابل پر بہت زیادہ تھیں۔ اس لئے اس مستقل ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعود نے جماعت کے سامنے تحریک جدید کے اُنیس مطالبات پیش کئے۔ جن میں سے ایک مطالبہ مالی قربانی کا بھی ہے۔ تحریک جدید کے مطالبات میں حضرت اقدس نے جماعت کے سامنے وہ زریں اصول اور نصائح تجویز فرمائیں جن پر عمل پیرا ہوکر ہر غریب دوست بھی اپنے ذاتی اور خانگی اخراجات میں کفایت کر کے اپنی زندگی کو سادہ بنا کر سلسلہ کی ضروریات کے لئے کچھ نہ کچھ بچا سکتا ہے۔

تحریک جدید کا خلاصہ

ایک سادہ کھانا۔ سادہ لباس۔ زیورات میں کمی۔ بیکاری سے بچنا۔ سینما نہ دیکھنا۔ اپنے ہاتھوں سے کام کی عادت ڈالنا۔ چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں عار نہ سمجھنا۔ خدمت خلق اور ایثار کا جذبہ پیدا کرنا۔ رخصت کے ایام تبلیغ اور سلسلہ کے کاموں کے لئے وقف کرنا۔ زندگی وقف کرنا اور بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے کام کو جاری رکھنے اور ترقی دینے کے لئے علیحدہ چندہ دینا اس مبارک اور بابرکت تحریک کی اہم شرائط ہیں۔ اور یہ تمام مطالبات ہی ایسے مفید اور اہم ہیں۔ کہ ان پر عمل کر کے ہر ایک احمدی غیر معمولی مالی قربانی میں حصہ لے سکتا ہے۔

۱۹۳۴ء کا سال جس میں تحریک جدید کا آغاز ہوا۔ اس لحاظ سے بھی جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کہ اس سال جماعت کے مخالفین نے متحدہ طور پر جماعت احمدیہ کے خلاف منصوبہ کر کے قادیان میں احرار کانفرنس کے نام سے مرکز کے امن کو برباد کرنا چاہا۔ اس مخالفت میں کیا احراری۔ کیا گدی نشین۔ کیا اخبار نویس اور اُس وقت کی حکومت کے افسران سب نے جماعت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جماعت کی مدد فرمائی۔ اور تمام کے تمام مخالفین اپنے بد ارادوں میں ناکام و نامراد رہے۔

ان غیر معمولی مخالفت کے ایام میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر تحریک جدید کا آغاز فرمایا۔ اور احباب جماعت نے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں جس شاندار قربانی کو

> "ہر وہ شخص جو تحریکِ جدید میں حصّہ لیتا ہے۔ وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اور ہر شخص جو نظام وصیت کو مدد دیتا ہے۔ وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا۔ تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی۔ بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا۔ اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائیگا" (المصلح الموعود)

پیش کر کے اپنے اخلاص اور ایمان کا عملی ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضور کی طرف سے پہلے سال کا مالی مطالبہ صرف ساڑھے ستائیس ہزار کا تھا۔ لیکن اس کے مقابل پر وعدے ایک لاکھ سات ہزار روپے کے موصول ہوئے۔ جن میں سے ایک لاکھ تین ہزار روپے کی نقد وصولی ہوئی۔

تحریک جدید کے دوسرے سال کے وعدے اور وصولی دس ہزار روپے کے اضافہ کے ساتھ ہوئی۔ اور تیسرے سال کی وصولی پہلے سال کی نسبت سے ۴۷ ہزار روپے زیادہ ہوئی۔ ان تین سالوں کے بعد حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت اس دور کو دس سالوں پر پھیلا دیا۔ اور سال چہارم کا آغاز فرماتے ہوئے جماعت کو مخاطب فرمایا:۔

"میں اللہ تعالیٰ پر اس تحریک کی تکمیل کو چھوڑتا ہوں کہ یہ کام اُسی کا ہے۔ اور میں صرف اُس کا ایک حقیر خادم ہوں۔ لفظ میرے ہیں مگر حکم اُسی کا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ بلکہ اس کا ایک ایک لفظ میں قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں۔ اور ایک ایک حکم حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں مگر سوچنے والے دماغ اور ایمان لانے والے دل کی ضرورت ہے پس یہ مت خیال کرو کہ میں نے جو کچھ کہا وہ میری طرف سے ہے۔ بلکہ یہ اس نے کہا ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ چھوڑے گا نہیں جب تک تم سے اُس کی پابندی نہ کرائے۔ یہ پہلا قدم ہے یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور جب تم پہلی بار ان پر عمل کر دو گے تو پھر اور بتائی جائیں گی لیکن جب تک ان پر عمل نہ کرو اور کس طرح بتائی جا سکتی ہیں۔ . . . آخر میں میں نصیحت کرتا ہوں کہ سستیوں کو چھوڑ دو غفلتوں کو دور کرو۔ اپنے اندر بیداری پیدا کرو۔ ہر تحریک میں حصہ لو مگر طاقت کا اندازہ وہ نہ کرو جو منافق کرتا ہے۔ بلکہ وہ کرو جو مومن کرتا ہے۔"

ہر قدم ترقی کی طرف

تحریک جدید کا ہر مالی سال ختم ہونے پر حضور اقدس جماعت کو ایک یا اس سے زیادہ خطبات میں توجہ دلا کر ہر نئے سال کا آغاز فرماتے ہوئے اور اس تحریک کے کامیاب نتائج سے باخبر کر کے اس میں شامل ہونے کی تاکید کرتے رہے ہیں۔ اور مخلص جماعت ہمت اور مومنانہ استقلال اور قربانی کے ساتھ ہر سال اپنا قدم آگے بڑھاتی رہی یہاں تک کہ دس سال کی میعاد ختم ہونے پر حضور نے مزید ۹ سال کے لئے جماعت کو یہ مالی جہاد جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔

پہلے دس سال میں شامل ہونے والے مجاہدین دور اوّل اور دفتر اوّل میں شمار کئے گئے۔ اور دس سال کے بعد شامل ہونے والے دفتر دوئم کے مجاہدین کہلائے تحریک جدید کے اُنیسویں سال میں تحریک جدید کا بجٹ ساڑھے چار لاکھ روپے تک جا پہنچا۔ اور یہ آمد تحریک جدید کے ابتدائی مطالبہ کے مقابل پر بیس گنا سے بھی زیادہ ہے۔

خدمت دین کی مستقل راہ

۱۹ سالہ دور کے ختم ہو جانے پر حضرت مصلح موعود نے اس بابرکت تحریک کو مستقل طور پر جاری رکھنے کا اعلان فرمایا اور آج ہم اس تحریک کے چوبیسویں سال میں سے گذر رہے ہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ کے فضل و احسان اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی جاری کردہ تحریک کے ذریعہ سے اسلام کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ رہی ہے۔ اب ہوا کا رُخ مشرق سے مغرب کی طرف پھر چکا ہے۔ اور اسلام کے لئے فتح اور نصرت کا دن قریب سے قریب تر آ رہا ہے۔

تحریک جدید کے خوش کن نتائج

آج انگلستان۔ یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ۔ مشرق وسطیٰ اور ایشیا کے اکثر ممالک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مرکز قائم ہو چکے ہیں۔ اور اسلام کے متعلق عیسائی مشنریز کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کر کے ایک امن ساز گار فضا تیار کی جا رہی ہے۔ جو بالآخر دنیا میں احمدیت کے روحانی غلبہ اور فتح کا موجب ہوگی۔ ہند و پاکستان میں کام کرنے والے سینکڑوں مبلغین کے علاوہ اس وقت صرف تحریک جدید کے ماتحت بیرونی ممالک میں تبلیغی فرائض سرانجام دینے والے مبلغین کی تعداد ایک سو تک پہنچ چکی ہے۔ جن کے سپرد ۲۵۰ کے قریب مراکز ہیں۔ تبلیغی مراکز کے علاوہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی توجہ سے حضور کی خلافت کے دور میں اب تک چودہ بیرونی ممالک میں تین سو کے قریب مساجد کی تعمیر کروائی جا چکی ہے۔ اور حضور یہ عزم رکھتے ہیں۔ کہ دنیا کے تمام ممالک میں اسلام کے نام کو بلند کرنے کے لئے مساجد تعمیر کی جائیں۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دن دور نہیں جبکہ تمام ممالک میں ہزاروں۔ لاکھوں کی تعداد میں ہمیں مساجد تعمیر کروانے کی سعادت نصیب ہوگی۔

مسجد لنڈن کی طرح حال ہی میں عورتوں کے چندہ سے ہالینڈ میں مسجد تیار کی گئی ہے اور جماعت کی مستورات نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ وہ مالی قربانی کے میدان میں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ ان سے زیادہ اخلاص و عقیدت کا جذبہ امام وقت کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے رکھتی ہیں۔

مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم

حضرت مصلح موعود یہ بھی اعلان فرما چکے ہیں۔ کہ دنیا کی تمام زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کو شائع کروانا جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے۔ تا اکناف عالم میں بسنے والی تمام مخلوق تک خدا کا پیغام پہنچ سکے۔ اور روحانیت کی پیاسی دنیا کے لئے آب حیات میسر ہو۔ اور وہ اپنی تشنگی کو بجھا کر تسکین قلب حاصل کر سکے۔

چنانچہ اب تک دنیا کی ۱۷ مختلف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے جو حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کے غیر متزلزل عزم اور حضور کے ساتھ الٰہی تائیدات اور خدائی نصرت کی روشن دلیل ہے۔ کہ باوجود مالی اور اقتصادی مشکلات اور تقسیم ملک کی وجہ سے سخت جانی نقصانات کے حضور نے جماعت کے دیگر تعمیری کاموں کو بھی جاری رکھتے ہوئے اور ترقی دیتے ہوئے لاکھوں روپے کے اخراجات کے ساتھ جماعت کے لئے نئے مرکز ربوہ کے قیام کا انتظام فرمایا۔ اور اہل نظر کے لئے یہی ایک بات کافی ثبوت اس امر کا ہے کہ حضور کے ارادوں کے ساتھ خدائی تقدیر کے تار لپٹے ہوتے ہیں اور حضور کا عزم صمیم دنیا کی ظاہری اور مالی مشکلات کے خوف سے بے نیاز ہے

"اَلَآ اِنَّ اَولِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ"

نظام نو کی تعمیر

اس مختصر مضمون کو ختم کرنے سے قبل یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ اسلام کی سربلندی اور نئے روحانی نظام کے قیام کے لئے جس سکیم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت کے پیغام کے ذریعہ پیش فرمایا تھا۔ اس کی تفصیلی کوائف کا انکشاف ۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد مبارک میں ہوا۔ اور اس تحریک کا بیج ابتدائے اسلام سے قرآن مجید میں موجود تھا۔ کیونکہ

تُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَتُجَاھِدُونَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ بِاَموَالِکُم وَاَنفُسِکُم

کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ جس طرح تکمیل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ضروری ہے۔ اسی طرح ایمان کے عملی ثبوت کے لئے ہر قسم کی مالی اور جانی قربانیوں کا پیش کرنا لازمی ہے۔ اور جس طرح صحابہ کرام نے ہر ضرورت اور مطالبہ کے موقعہ پر مالی اور جانی قربانی کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی اسلام اور احمدیت کی ترقی اور ایک نئے روحانی نظام کی تعمیر کے لئے خدائی الہام کے ماتحت ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وصیت کے نظام کی بنیاد ڈالی تا جماعت احمدیہ کی ترقی اور وسعت کے ساتھ ساتھ جماعت کا قومی فنڈ مضبوط ہوتا چلا جائے۔ اور اس فنڈ سے صرف تبلیغ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے۔ بلکہ یہ نظام دنیا کے آئندہ تمدن کے لئے بھی سنگ بنیاد کا کام دے

تحریک جدید اور نظام وصیت

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی جاری کردہ تحریک جدید نظام وصیت کے لئے بطور ارہاص اور پیش رو کے ہے۔ اور اس کی کامیابی کا نظام وصیت کی کامیابی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

"ہر وہ شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے۔ وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اور ہر شخص جو نظام وصیت کو مدد دیتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔ . . . . جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا۔ تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا۔ اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔"

ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے تحریک جدید اور نظام وصیت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ یقیناً پورے ہوں گے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہے جو خدائی کاموں کے پورے ہونے میں روک بن سکے۔ لیکن خدائی تقدیر کے مطابق درمیانی آزمائشوں اور وقتی امتحانات کا آنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون اپنے وعدہ بیعت میں صادق اور ثابت قدم ہے جب امتحان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور کچھ انعام دینے کے لئے آتے (باقی صفحہ ۲۲ پر)

مصلح موعودؓ کی پیدائش کیلئے نو سالہ میعاد کی الہامی تعیین

اور

غیر مبائعین کی بے راہ روی

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان)

جب ایک انسان ضد میں آکر اس امر کا تہیہ کر لیتا ہے کہ اس نے حق کو ضرور رد ہی کرنا ہے تو اس وقت بڑی سے بڑی دلیل بھی اس پر کارگر نہیں ہوتی۔ یہی حال ہمارے پیغامی احباب کا ہے۔ انہوں نے حق کی مخالفت کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ اور آریوں کے سامنے مسلمانوں کے دلائل حقہ چکنے گھڑے پر پانی ہیں۔ جس طرح شیعوں کے لئے سنیوں کی واضح سے واضح عقلی و نقلی دلیلیں ہیچ محض ہیں۔ اسی طرح پیغامیوں کے لئے اختلافی امور کے متعلق جماعت احمدیہ کے بین دلائل و براہین پرکاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ بلکہ ان حق کے دشمنوں نے بھی اپنی مخالفت و عداوت کے اظہار میں بعینہٖ وہی طریق اختیار کر لئے ہیں۔ جو ان مذکورہ مخالفین نے اختیار کئے ہوئے ہیں اسلام و قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حقانیت کے کس قدر ہی معقول دلائل یہودیوں و عیسائیوں کے سامنے پیش کئے جائیں وہ کچھ بھی اثر نہیں لیتے۔ ان کی کتب سے خواہ کس قدر سچی پیشگوئیاں نکال کر ان کے سامنے رکھی جاویں مگر وہ انہیں پس پشت پھینک دیتے ہیں۔ حالانکہ انہیں قبول کرنے میں انہی کی بہتری ہے مگر وہ جان بوجھ کر ان کی طرف سے اعراض کر لیتے ہیں اور اُن کی ذرا بھی قدر نہیں کرتے۔ یہی حال شیعوں کا ہے ان کے سامنے خلافت کے متعلق قرآن و حدیث سے زبردست دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر وہ ایسے سخت دل ہیں کہ کسی صورت میں بھی ماننے میں نہیں آتے۔ بلکہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور جھوٹ فریب اور جعل سازی سے کام لے کر ان باتوں پر پردہ ڈال کر لوگوں کو طرح طرح سے دھوکہ دیتے ہیں۔ اور ان سے ان کو بدظن کر دیتے ہیں ہمارے پیغامی حضرات بھی صداقت پر پردہ ڈالنے اور لوگوں کو اس سے محروم رکھنے کے لئے جھوٹ فریب اور جعل سازی اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے کام لیتے ہیں۔ اور واضح باتوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک حق بین اور صداقت سے پیار کرنے والے انسان کو ان میں صداقت کا چمکتا ہوا سورج نظر آتا ہے۔ کوئی کم دلائل نہیں جو آج تک تحریراً و تقریراً ان کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ مگر حیرت آتی ہے کہ وہ کس طرح حق کو باطل ثابت کرنے کے لئے اپنا سارا زور صرف کر دیتے ہیں۔ وہ دلائل سورج سے زیادہ چمک رہے ہیں۔ مگر وہ ان کے نزدیک نری تاریکی ہیں ان دلائل میں سے وہ دلائل بھی ہیں۔ جن سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق ہونا بین طور پر ثابت ہے لیکن اُنہوں نے اسے بھی خرد برد کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے اس پیشگوئی کی ایک عبارت میں تحریف بھی کر ڈالی ہے۔ اس جگہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ پیشگوئی اس قدر واضح ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت اس کی ممکن نہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو جب پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق اعلان فرمایا۔ تو اس پر بعض لوگوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ایسے عمر اور شہرت پانے والے لڑکے کی پیدائش کی میعاد کی تعیین کی جائے۔ اور بتایا جاوے کہ وہ کتنے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس کے بغیر اس کی کوئی وقعت نہیں۔ اور نہ اس سے کوئی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے تب حضرت اقدس نے اللہ تعالیٰ سے اس کی پیدائش کی میعاد معلوم کرنے کے لئے دعا شروع کر دی جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ وہ موعود لڑکا ۹ سال کے اندر ضرور پیدا ہو جائے گا۔ خواہ جلد ہو یا دیر سے۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک دوسرے اشتہار کے ذریعہ سے اس کے متعلق اعلان فرماتے ہوئے لکھا:۔

"ابھی تک جو ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰۔۲۲ سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔"

(اشتہار واجب الاظہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء)

اس اعلان سے ایک اور ایک دو کی طرح یہ امر ظاہر ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش اس اعلان سے ۹ سال کے اندر اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے مقررہ کی گئی تھی۔ اس سے وہ کسی صورت میں بھی تجاوز نہیں کر سکتی تھی۔ گو یہ الگ امر تھا کہ وہ اس مقررہ میعاد کے اندر جلد پیدا ہو جاتا یا دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر اس کی پیدائش ضروری تھی۔

اب ایک خدا ترس انسان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا نشان ہو سکتا ہے۔ ایک معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی اس کے سمجھنے سے قاصر نہیں رہ سکتا کہ اس مصلح موعود کے لئے ۹ سالہ آخری حد ہے اس کی پیدائش اس کے بعد نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اس میعاد مقررہ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی لڑکا مصلح قرار پا سکتا ہے۔

پس جو لڑکے آپ کے ہاں اس نو سالہ کی مقررہ میعاد کے اندر اندر پیدا ہوئے ہیں مصلح موعود انہی میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے نہ کہ ان کے سوا کوئی اور۔ اس نو سالہ میعاد کے ذریعہ سے نیز بعض دوسری علامات کے ذریعہ سے پیغامی دوستوں کے لئے اس لڑکے کی تعیین کچھ بھی مشکل نہیں رہتی۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے اس امر کا اعتراف بھی کیا۔ مگر پھر منکر ہو گئے۔ حالانکہ یہ نو سالہ میعاد انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اس کے بعد کسی فرضی لڑکے کی آمد کی انتظار کریں یا اس کی میعاد کو اپنی من گھڑت تاویلات کے ذریعہ سے تاخیر میں ڈال کر خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کریں۔ ہاں اگر وہ یہودیوں اور عیسائیوں اور آریوں اور شیعوں و خارجیوں کی طرح رکیک تاویلات سے کام لے کر حق کو چھپانا چاہتے ہیں۔ تو اس کا خمیازہ بھی انہیں ضرور اسی طرح بھگتنا پڑے گا جس طرح ان حق کے مکذبوں نے بھگتا۔ یہ الٰہی سنت ہے جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔

(۲)

یہی نہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک دفعہ اس میعاد کا ذکر کر کے آئندہ خاموش ہو گئے ہوں۔ بلکہ اس کے بعد بھی آپ اس میعاد کا ذکر بار بار دہراتے رہے۔ چنانچہ آپ نے ایک اور اشتہار میں پھر یہ اعلان کیا کہ

"آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔"

(اشتہار صداقت آثار)

اس اشتہار میں بھی اپنے نو سالہ میعاد کا دوبارہ اعلان فرما دیا اور اس امر کو اور بھی پختہ کر دیا کہ اس کی پیدائش اسی مدت میں ضرور ہے۔

(۳)

اس کے بعد آپ نے تیسری مرتبہ پھر اعلان کیا کہ:۔

"نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے۔ اور اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینہ کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو اس نو برس کی میعاد رکھی گئی ہے اب منسوخ ہو گئی ہے۔"

(اشتہار محک اخیار و اشرار)

اس طرح آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ یہ میعاد منسوخ نہیں بلکہ بدستور قائم ہے اور وہ موعود لڑکا ضرور اپنی اس میعاد میں پیدا ہو کر رہے گا۔ یہ بات بدل نہیں سکتی۔

(۴)

اس کے بعد آپ نے اسی مذکورہ اشتہار میں آگے چل کر پھر تحریر فرمایا کہ:۔

"تولد فرزند موصوف کی بشارت غیب محض ہے۔ نہ کوئی حمل موجود ہے تا ارسطو کے درکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعاوضہ پیش ہو سکیں اور نہ اب کوئی بچہ چھپا ہوا ہے تا وہ مدت کے بعد نکالا جائے بلکہ نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ نخواہ پیدا ہو گی چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے۔"

اس عبارت میں بھی مصلح موعود کے لئے پھر اسی نو سالہ میعاد کا تکرار ہے۔

(۵)

پھر جب آپ کے گھر میں ایک لڑکا بشیر اول پیدا ہو کر فوت ہو گیا اور پنڈت لیکھرام نے اس پیشگوئی کو غلط ٹھہراتے ہوئے اس پر اعتراض کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے یہ نو سالہ میعاد یاد دلائی اور تحریر فرمایا کہ اس موعود لڑکے کی میعاد ختم نہیں ہو گئی بلکہ وہ ابھی باقی ہے ہاں اگر میعاد ختم ہو گئی ہوتی اور لڑکا حسب وعدہ پیدا نہ ہوتا تو بے شک ایسے اعتراض کا حق ہوتا مگر اب نہیں۔ چنانچہ آپ نے پنڈت لیکھرام کو ملامت کی کہ اس نے کیوں اپنے اشتہار میں اس مقررہ میعاد والی تحریر کو نقل نہیں کیا اور اسے ترک کیوں کر دیا ہے اور آپ نے تحریر فرمایا کہ پنڈت لیکھرام نے محض اس وجہ سے اسے نقل نہیں کیا کہ یہ بات اس کے مدعا کے خلاف تھی۔ چنانچہ آپ نے سبز اشتہار کے حاشیہ میں تحریر فرمایا کہ

"لیکن اس عبارت کا اگلا فقرہ یعنی یہ فقرہ کہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہو گا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہو گا۔ اس فقرہ کو اس نے عمداً نہیں لکھا کیونکہ اس کے مدعا کو مضر تھا اور اس کے خیالِ فاسد کو جڑ سے کاٹتا تھا!"

اس سے ظاہر ہے کہ بشیر اول کی وفات کے بعد بھی آپ نے اس نو سالہ میعاد کو دہرایا ہے۔ اور اس کا ذکر کر کے آپ نے لیکھرام کو ملامت کی ہے۔ اور اسے بتایا ہے کہ یہ پیشگوئی بشیر اول کی وفات سے ختم نہیں ہو گئی بلکہ یہ پیشگوئی اپنی نو سالہ میعاد تک چلے گی۔

اسجگہ ان لوگوں کو صاف دل کے ساتھ سوچنا چاہیئے کہ یہ میعاد نہ تو بشیر اول کے لئے تھی۔ اور نہ اُس کی وفات سے وہ ختم ہوئی اور نہ ہی وہ منسوخ کی گئی بلکہ وہ اس کی وفات کے بعد بھی جاری رہی اور تا اختتام نو سال مصلح موعود کی پیدائش کی پھر انتظار دلائی گئی۔ پس اس میعاد کو ترک یا نظر انداز کرنا حق سے بعید ہے۔ یہ میعاد اس پیشگوئی کی جان ہے جو اس کے مصداق کی پیدائش کو اس سے آگے بڑھنے نہیں دیتی۔

—— (۶) ——

اس کے بعد آپ نے اولی تتمہ اشتہار دہم جولائی میں دو پیشگوئیوں کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا جو دین کا چراغ ہو گا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہو گا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔"

اس کے بعد ان دونوں پیشگوئیوں کا مصداق ایک ہی لڑکے کو قرار دیتے اور میعاد کو دہراتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا لگاتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا پڑا ہے۔"

(حاشیہ سبز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

کس قدر اٹل یقین کا اظہار ہے کہ وہ موعود اس مذکورہ نو سالہ میعاد کے اندر ضرور بالضرور پیدا ہو کر رہیگا لیکن بایں ہمہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ چوتھی صدی میں پیدا ہو گا۔

—— (۷) ——

آپ نے محمود کی پیدائش پر پھر یہ اعلان فرمایا کہ

"ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہو گا اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا تعالیٰ عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

پس اگر حضرت باری جل شانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اس قدر دیر ہے کہ جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔"

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش مذکورہ میعاد کے اندر ضروری تھی۔ ان جملہ تحریرات سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق کے لئے ۹ سال کی الہامی میعاد اٹل اور ضروری ہے۔ اسے کسی الہام نے منسوخ نہیں کیا۔ یہ میعاد ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء سے ۲۱ر مارچ ۱۸۹۴ء میں ختم ہوتی ہے۔ مصلح موعود کی پیدائش اس کے اندر اندر ضروری تھی اس کے بعد اس کی پیدائش کی انتظار عبث ہے۔

آخر میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش اس وقت کے لوگوں کی موجودگی میں ہونی ضروری تھی۔ جنہوں نے بشیر اول کی وفات کو دیکھا تھا اس کی وفات کو آپ نے ظلمت سے تعبیر کیا اس کے مقابلہ میں عمر پانے والے مصلح موعود کی پیدائش کو روشنی سے تعبیر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"سو اے لوگو جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔"

حضور فرماتے ہیں کہ مصلح موعود کی روشنی اب آئے گی تم اسے دیکھنے کے لئے انتظار کرو مگر یہ ظالم کہتے ہیں کہ نہیں وہ چار سو سال کے بعد آئے گا۔ تم اس کے دیکھنے سے مایوس ہو جاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ الہام نے ایسے لوگوں کو ملامت کی ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ

"بشیر کی موت لوگوں کے لئے آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا اور جو کچے تھے وہ مصلح موعود کے ملنے سے نومید ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ آدمی طرح اس پوسف کی باتیں ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ قریب مرگ ہو جائے گا۔ یا مر جائے گا سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیر لے جب تک وہ وقت پہنچ جائے!"

(مکتوب بنام نور دینؓ)

کس قدر صاف باتیں ہیں مگر ان ظالموں نے صداقت اسلام و احمدیت کے ان چمکتے ہوئے نشانوں کو بے نشان بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھا۔

—— (۸) ——

آخر میں اس پیشگوئی اور الہامی وعدہ کا الفاظ حضور ہی کے الفاظ میں میرے مندرجہ بالا موقف کو ثابت کرتا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہو گا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔" (تریاق القلوب)

دیکھئے کس طرح محمود والی پیشگوئی کے متعلق میعاد کے اندر پورا ہونے کا اعلان فرمایا ہے اب ظاہر ہے کہ وہ میعاد وہی نو سالہ ہے۔ جس کا آپ نے مصلح موعود کے متعلق بار بار اعلان فرمایا تھا۔ اور پھر صاف لفظوں میں سبز اشتہار میں محمود اور مصلح موعود کو ایک ہی وجود قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

"کہ مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔"

(سبز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

پس وہ محمود مصلح موعود اس نو سالہ الہامی میعاد کے اندر پیدا ہو گیا اور یہ پیشگوئی اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہو گئی۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اسکے علاوہ اس مصلح موعود کا زمانہ خلافت ثانیہ کے زمانہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تذکرہ صفحہ ۵۷۱ سے ظاہر ہے کہ آپ نے ہجرت کی پیشگوئی لکھی ہے اور ساتھ ہی اس کے متعلق مثالی دیکر آپ نے اس کا زمانہ بھی بتایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

"انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رویاء نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے۔" (بدر جلد ۱ نمبر ۲۳ صفحہ ۲ و الحکم جلد ۹ نمبر ۳۰ صفحہ ۳)*

*آپ نے حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ ہجرت والی پیشگوئی بھی آپکے بعد خلافت ثانیہ عمرؓ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں پوری ہوگی اور سبز اشتہار والے مذکورہ بالا حوالہ میں مصلح موعود کا ایک نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ پس مصلح موعود ہی خلیفہ ثانی ہونیوالا تھا۔ اور اس کے زمانہ میں یہ ہجرت بھی ہونے والی تھی۔ اور واقعات نے بھی اس امر کی تصدیق کر کے ثابت [illegible]

مصلح موعود — اور — وقف جدید

از محترم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نزیل کلکتہ

(۱)

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔ "کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ پھر میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس لئے میں نے کائنات کو وجود بخشا۔ غرض تخلیق کائنات کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ذات باری کے ظہور و نمود کے لئے بے شمار مظاہر و مرایا میسر آجائیں۔ اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کی آیت کریمہ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" سے ظاہر و باہر ہے کہ عبودیت تامہ کے واسطے اللہ تعالےٰ کی نگاہ انتخاب صرف اور صرف انسان پر پڑی ہے۔ لہٰذا یہی مشت غبار ظہور ربانی کے لئے مظہر کامل ہو سکتا ہے پھر مزید کانٹ چھانٹ کے بعد قدرتی طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ عوام انسانوں میں سے بھی خواص بندگان خدا یعنی از قسم انبیاء و اولیاء و ابدال و اقطاب و دیگر مقربان بارگاہ ایزدی نسبتاً زیادہ شدت اور صفائی کے ساتھ خدا نمائی کے مقام پر فائز ہیں۔ اس پر اگر مزید محاسبہ اور موازنہ سے کام لیا جائے۔ اور حدیث قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" کو بھی زیر نظر رکھا جائے تو صاف کھل جاتا ہے۔ کہ حضرت رسول مقبول صلعم جلال الٰہی کے ظہور کے لئے اکمل و اتم مظہر ہیں۔ اور آپ کی خدا نمائی کو وہ درجہ حاصل ہے کہ بایدو شاید۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

خدا انگو مشو انہ ترس حق نگہ بخدا
خدا نماست وجودش برائے عالمیاں

مزید برآں قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی جس رعب و ارشاد انداز تجلی کے متحمل سرور کائنات صلعم ہو سکتے تھے کسی دوسرے کو اس کا یارا نہیں تھا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے اپنا جلوہ دکھایا تو انہیں اس ظہور کی مزید طلب ہوئی۔ لہٰذا عرض کی "رب ارنی انظر الیک" مگر جواب میں "لن ترانی" سننا پڑا۔ تاہم آواز آئی کہ "انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا۔" یعنی پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہ گیا تو ہمیں دیکھ سکو گے لیکن جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور موسیٰ عالم بے ہوشی میں زمین پر گر گیا یعنی موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اس جلالی تجلی کی تاب نہ لا سکے جس نے پہاڑ کو دھنکا کر رکھ دیا۔

دوسری جگہ فرمایا۔ "ولو انزلنا ھٰذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ" یعنی یہ محمد رسول اللہ صلعم ہی کا دل گردہ تھا کہ آپ نزول قرآن کا بار عظیم برداشت کر گئے۔ ورنہ اگر یہ کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی مارے خشیت کے پارہ پارہ ہو جاتا۔

الغرض جلال الٰہی کے ظہور و نمود کا مظہر بننے کے لئے حضرت رسول مقبول صلعم کی ذات گرامی غائت درجہ موزوں تھی۔ لہٰذا آپ بجا طور پر ذات یکتا کے لئے مظہر اتم قرار پائے۔

(۲)

جب طے ہو گیا کہ پیدائش عالم کی علت غائی یہ ہے کہ اُس کا ذرہ ذرہ خدا نما ہو تاکہ اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات جو نہاں در نہاں ہے بالواسطہ طور پر جابجا جلوہ فگن نظر آئے۔ اور اس غرض کو آنحضرت صلعم نے بدرجہ اتم پورا کر دکھایا ہے۔ تو ہمارے لئے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہونا ناگزیر ہو گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں زیر آیت "ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" ہمیں تلقین کی گئی ہے کہ آپ کی پوری پوری اطاعت کریں۔ تاکہ ہم بھی علیٰ قدر مراتب جلالی و جمال الٰہی کے واسطے مظاہر و مرایا بن سکیں۔

مقام غور ہے کہ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ کیا خاص بات تھی۔ جس نے آپ کو خدا نمائی کے اس بلند و بالا درجہ تک پہنچا دیا۔ آپ نے کیا تگ و دو کی اور کیا پروگرام زیر نظر رکھا جو آپ سب اسلاف و اخلاف سے گوئے سبقت لے گئے۔

بات یہ ہے کہ آپ ایسے فانی فی اللہ اور عاشق باللہ تھے۔ کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اپنے تو اپنے پرائے بھی بے اختیار پکار اٹھتے تھے کہ "عشق محمد ربہ" کہ محمد صلعم اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور اپنا تن من دھن اس پر نثار کر چکا ہے۔ چنانچہ بروئے قرآن کریم آپ کا ماٹو یہ تھا۔ کہ "ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین" میری عبادات اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے وقف ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے یعنی میں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالےٰ کے حوالے کر دیا ہے گویا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

آپ کی اسی وارفتگی کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ کہ "ھٰذہ سبیلی ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی" یعنی میرا اور میرے اتباع کا بجز اس کے کوئی کام نہیں ہے کہ ہمہ وقت اور ہمہ آن ہر کہ و مہ کو علیٰ وجہ البصیرت دعوۃ الی اللہ دیتے رہیں۔ گویا ہم ایسے آئینے ہیں جن میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تجلیات جھلکتی رہتی ہیں۔ اور ارشاد و تبلیغ کا خوشگوار کام ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے جب تک ہم دعوۃ الی اللہ کا فریضہ ادا نہ کر لیں تب تک کل نہیں پڑتی۔

اگرچہ ہر نبی کی بعثت کا مقصد و مدعا یہی اعلاء کلمۃ اللہ کا کام تھا۔ لیکن جس خوبی سے آنحضرت صلعم نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ وہ بلاشبہ آپ ہی کا حصہ ہے اور کوئی دوسرا آپ کی تبلیغی جدوجہد کو نہیں پہنچ سکا۔ دوسری طرف تبلیغ حق کی جو ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی وہ کسی دوسرے کو نہیں سونپی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا "بلغ ما انزل الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ"۔ یعنی جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اُسے کما حقہ لوگوں تک پہنچا دے ورنہ اگر تو نے تبلیغ کا پورا پورا حق ادا نہ کیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا سرے سے تبلیغ ہی نہیں کی۔ غرض آپ جملہ انبیاء میں مبلغ اعظم قرار پائے۔ اور آپ کے اتباع کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید کی گئی۔

(۳)

ظاہر ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی عبادات اور قربانیوں یا دیگر احکام الٰہی کی تعمیل کا جواب نہیں۔ پھر بھی آنحضرت صلعم نے ان میں سے کسی چیز کو "ھٰذہ سبیلی" کا قائم مقام نہیں فرمایا۔ بلکہ تبلیغ اسلام کو سب سے فائق قرار دیا ہے۔ اور چونکہ ہمیں آپ کی پیروی کے لئے تاکید کی گئی ہے۔ اس لئے گو تمام اوامر و نواہی میں آپ کا نمونہ سامنے رکھنا اور آپ کے نقش قدم پر چلنا ہمارا فرض اولین ہے مگر تبلیغ و ارشاد کے فریضہ کی بجا آوری کچھ اور ہی شان رکھتی ہے۔ پس اگر ہم فی الواقع آنحضرت صلعم کی سچی اطاعت کا جذبہ دل میں رکھتے ہیں تو ہمیں آپ ہی کے جوش و خروش کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کا فریضہ ادا کرنا چاہیئے۔ اسی طریق کو اپنا کر ہم اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کر سکتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ ہم اپنے دعوئ حُب پیمبر کی سچائی کا اعلان کر سکتے ہیں۔ ورنہ خود ساختہ پروگراموں اور اپنی مجوزہ اسکیموں کے طفیل یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔

اسی ضمن میں آنحضرت صلعم کی ایک واضح حدیث پیش کی جا سکتی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے آخری زمانہ میں مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت کی خبر دی اور فرمایا کہ اُس وقت مسلمان کہلانے والے بہت سے فرقوں میں بٹ جائیں گے جن میں سے صرف ایک ہی فرقہ ایسا ہوگا جو فرقہ ناجیہ ہوگا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس خوش نصیب گروہ کا نام و نشان پوچھا۔ جواب میں آنحضرت صلعم نے مندرجہ ذیل دو امتیازی علامتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ ھم ما انا علیہ و اصحابی

۲۔ الا وھی الجماعت

یعنی فرقہ ناجیہ کے لوگ میرے اور میرے صحابہ کے نمونہ پر عمل پیرا ہوں گے۔ نیز وہ جماعت ہوں گے یعنی منظم ہوں گے۔ وہ تسبیح کے دانوں کی طرح ایک سلک میں منسلک ہوں گے وہ بجلی کے قمقموں کی طرح تمام دنیا میں پھیل جانے کے باوجود ایک Main Switch کے تابع ہوں گے۔ وہ شتر بے مہار نہ ہوں گے بلکہ ایک واجب الاطاعت امام کے زیر نگرانی معروف عمل ہوں گے۔

یہ حدیث نبوی بڑی وضاحت کے ساتھ ہمارے مکتۂ خیال کی تصدیق کر رہی ہے۔ کہ آخری زمانہ کے گئے گزرے مسلمانوں میں وہی مسلمان ہونے کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ جو عملی طور پر آنحضرت صلعم کے نقش قدم پر چلیں گے۔ اور منظم جماعت کی صورت میں خدمت اسلام بجا لائیں گے۔

(۴)

فی زماننا جبکہ مخبر صادق حضرت رسول مقبول صلعم کی پیشگوئی کے مطابق روئے زمین کے مسلمان سینکڑوں فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ اور ہر فرقہ بزعم خود سچا مسلمان ہونے کا دعوے دار ہے اور دوسرے تمام فرقوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے تو اہل دل حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آیا مذکورہ بالا دونوں علامتوں کے پیش نظر کونسا فرقہ فرقہ ناجیہ قرار پاتا ہے؟

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ پانچ ارکان اسلام پر عملدر آمد اور جملہ صفات ایمان سے تمسک، خارج از بحث ہے۔ کیونکہ یہ امور تو تمام فرقہ ہائے اسلام میں مشترک ہیں۔ اس لئے ان میں سے . . . . . . کوئی امر بھی مابہ الامتیاز نہیں ہو سکتا۔ نیز اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضور اکرم صلعم اور آپ کے صحابہ کرام کا مدار زندگی دعوۃ الی الحق اور ارشاد و تبلیغ کا کام تھا۔ بلکہ یہی وہ خوشگوار فریضہ ہے جسے بروئے قرآن کریم آنحضرت صلعم نے "ھٰذہ سبیلی" [illegible]۔ جنا[illegible]

فرمایا ہے کہ اسلام میں سے وہی فرقہ "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق ہوگا جو میدان ارشاد و تبلیغ کا شہسوار ہو نیز ضروری ہے کہ اس کی یہ جدوجہد انفرادی نہو۔ بلکہ وہ اجتماعی اور قومی طور پر منظم ہو۔ کیونکہ حدیث میں "الا وھی الجماعت" کے الفاظ آئے ہیں

جماعت احمدیہ کو بجا طور پر ناز ہے کہ یہ دونوں امتیازی علامتیں اس پر صادق آتی ہیں۔ ان کی تبلیغی جدوجہد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے شبانہ روز سرگرمیاں ایسی معیاری ہیں کہ اپنے تو اپنے پرائے بھی داد دے رہے ہیں۔ اور اگرچہ موجودہ زمانہ میں "اسلام کے" اجارہ دار" مولوی احمدیوں کو خارج از اسلام قرار دے رہے ہیں تاہم تبلیغ اسلام کے میدان میں کوئی ان کا حریف نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کی تمام تبلیغی سرگرمیاں پوری طرح منظم ہیں۔ وہ بے پیر و مرشد نہیں اور نہ وہ ان بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ہیں جن کا کوئی گڈریا نہ ہو بلکہ وہ ایک امام کے ماتحت لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔ الغرض آنحضرت صلعم کا بیان فرمودہ دونوں نشانیاں سو فیصدی جماعت احمدیہ پر صادق آتی ہیں۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

(۵)

آج سے تقریباً اسی سال پہلے بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبلیغ اسلام کا علم بلند کیا جسے دیکھ کر اسلام کا درد رکھنے والے جانبازانہ مجاہد یکے بعد دیگرے آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ آپ نے اپنے اتباع سے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا پختہ عہد لیا۔ ان کی غیرت ملّی کو ابھارا۔ اور خدمت اسلام کی ایسی منظم اور شاندار مثال قائم کی جس سے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کا دور آیا۔ اس وقت بھی اندرونِ ملک جماعتی تبلیغی جدوجہد کا سلسلہ جاری رہا۔ تا آنکہ اس موعود کا زمانہ آگیا۔ جس کے لئے بذریعہ ارشاد و تبلیغ زمین کے کناروں تک شہرت پانا مقدر تھا۔ آپ کے عہدِ سعادت مہد کا ایک ایک لمحہ جماعت احمدیہ کی منظم تبلیغی جدوجہد کا ریکارڈ ہے۔ اور ایک عالم گواہ ہے کہ آپ کا دورِ خلافت جماعت احمدیہ کی طرف سے "ما انا علیہ واصحابی" اور "الا وھی الجماعت" کی کھلی ہوئی اور عملی تفسیر ہے۔

یوں تو جماعت احمدیہ کی منظم تبلیغی جدوجہد اور خدمتِ اسلام کا دامن تقریباً گذشتہ اسّی سالوں پر پھیلا ہوا ہے۔ مگر پچھلے پچیس برس تو خاص طور پر ایسے شاہکار کا رنگ رکھتے ہیں۔ جن میں مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی قائم کردہ "تحریک جدید" نے تبلیغی اعتبار سے تقریباً ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور اس تحریک نے جماعت احمدیہ کی منظم تبلیغی جدوجہد کو ایسی جلا بخشی ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوسرے مسلمان فرقے اپنے تبلیغی "کارناموں" کا نام لیتے ہوئے بھی شرمانے لگے۔

مزید برآں حال ہی میں اس اولوالعزم مصلح موعود ایدہ اللہ الودود نے "وقفِ جدید" کی جو تازہ بتازہ اور نو بہ نو تحریک فرمائی اس نے تو جماعت احمدیہ کی منظم تبلیغی جدوجہد کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مالی، جانی، حالی اور قالی خدمتوں کا باب یکسر کھول دیا گیا ہے۔ اب کسی کمزور سے کمزور احمدی کے دل میں بھی یہ احساس باقی نہ رہے گا۔ کہ وہ اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باعث جی بھر کے خدمتِ اسلام نہ کر سکا۔ بلکہ معمولی سی حرکت کر کے ہر احمدی مجاہدین اسلام کی صفِ اول میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ سنا کرتے تھے کہ ایک بڑھیا نے مصر کے بازار میں روئی کا ایک گالا دے کر یوسف کنعان کو خریدنا چاہا تھا۔ مگر آج مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے طفیل ہماری یہ شنیدہ دید میں تبدیل ہوگئی ہے۔ کیونکہ "وقفِ جدید" میں شامل ہو کر ایک معمولی پڑھا لکھا احمدی بھی جہادِ اسلام کا ہیرو بن سکتا ہے۔ اور نقدی کے اعتبار سے تو بضاعۃ مزجاۃ پیش کر کے خدمتِ اسلام کے میدان میں سلاطین زمان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکتا ہے۔

قربانی اسقدر حقیر اور ناچیز لیکن پھل اس قدر قیمتی اور شیریں کہ ملک کے چپے چپے پر احمدیت کا پودا جڑ پکڑ جائے اور پھر دن دوگنی، رات چوگنی، ترقی کرے پھلے، پھولے اور پروان چڑھے حتیٰ کہ سارا ملک احمدیت کے تناور درخت تلے بسیرا لے۔ سبحان اللہ والحمدللہ۔

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود نے "وقفِ جدید" کی تازہ تحریک میں جو مطالبات فرمائے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:-

۱۔ وقفِ جدید میں مالی حصہ لینے والے کم از کم چھ روپے سالانہ چندہ دیں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں "جن کی توفیق بارہ روپے سالانہ کی ہو وہ بارہ روپے سالانہ دے سکتا ہے۔ جس کی توفیق پچاس روپے سالانہ دینے کی ہو وہ پچاس روپے سالانہ دے سکتا ہے ...... میرا چندہ چھ سو شائع ہو چکا ہے اور چھ سو، چھ سے سو گنے زیادہ ہے۔ پس جن کو توفیق تھی وہ بارہ روپے لکھوا سکتے تھے، پچیس روپے لکھوا سکتے تھے، پچاس لکھوا سکتے سو لکھوا سکتے تھے۔ میرا ارادہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دے تو بجائے چھ سو کے چھ ہزار یا اس سے بھی زیادہ دوں .... ممکن ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے تو میرا اس تحریک کا چندہ جو بیس پچیس ہزار۔ یا اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ اور ساری جماعت کا مل کر چھ سات لاکھ ہو جائے"۔ پھر فرمایا "میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے۔ اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتاریگا"

غرض وقفِ جدید کے سلسلہ میں مالی قربانی پر کوئی حد بندی نہیں ہے۔ البتہ جو نادار ہوں اور خدمتِ دین کی تڑپ رکھتے ہوں ان کے لئے جائز ہے کہ بلا شک چند آدمی مل کر چھ روپے سالانہ چندہ ادا کریں۔

۲۔ ہر وہ احمدی جو کم از کم پرائمری پاس ہو اور وہ خدمتِ دین اور رفاہِ عام کا جذبہ اور شوق رکھتا ہو وہ اپنی زندگی وقف کرے۔ اور "وقفِ جدید" کے نظام کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصروفِ عمل ہو۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:-

"نوجوانوں کو وقفِ زندگی کی تحریک کریں یہ ایک چھوٹا وقف ہے مگر پرائمری تک کے آدمی کو بھی ہم نے لے لیتے ہیں۔ ہم جو مرکز بنائیں گے اور پھر اسے قائم کریں گے وہاں ہم ایک زیادہ تعلیم یافتہ شخص رکھ لیں گے۔ اور اس کے ساتھ پرائمری پاس لگا دیں گے"۔

پھر فرمایا:-

"نوجوان اس وقف میں اپنے نام لکھائیں .... تاکہ جلد سے جلد انہیں مختلف جگہوں پر بٹھا دیا جائے۔ اور وہ کانیں اور ہل سے مشغول دیئے جائیں اور احمدیت کا پھل نکلنا شروع ہو جائے"۔

۳۔ "وقفِ جدید" کا تیسرا پہلو وقفِ زمین ہے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:-

"میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے معززین ہر جگہ کراچی سے لے کر پشاور تک اپنے اپنے گاؤں کے ارد گرد دس ایکڑ زمین اس سکیم کے لئے وقف کر دیں گے اس میں یہ واقفین کھیتی باڑی کریں گے اور اس سے اس سکیم کو چلانے میں مدد ملیگی۔ اس کی پیداوار سب ان کی ہوگی"۔

پھر فرمایا:-

"میں اس سکیم کے ماتحت دس ایکڑ زمین وقف کرتا ہوں ...... پھر ایک ایک دو دو ایکڑ دے کر بھی آدمی مل کر بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں"۔

غرض "وقفِ جدید" ایک سہ پہلو وقف ہے جس کے نہایت ہی شاندار نتائج اور اثرات کا اندازہ لگانے کے لئے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے حسبِ ذیل ارشادات بہت کافی ہیں۔ فرمایا:-

"میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد اس وقف کی طرف توجہ کرے اور اپنے آپ کو ثواب کا مستحق بنا لے۔ یہ مفت کا ثواب ہے جو تمہیں مل رہا ہے۔ اگر تم اسے نہیں لو گے تو یہ تمہاری بجائے دوسروں کو دیدیا جائیگا"۔

پھر فرمایا:-

"میں جماعت کے دوستوں کو ایک بار پھر اس وقف کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے۔ تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑینگے اور چاروں طرف رشد و اصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا۔ یہاں تک کہ پنجاب کا کوئی گوشہ اور کوئی مقام ایسا نہ رہے جہاں رشد و اصلاح کی کوئی شاخ نہ ہو ...... جب میری اس نئی سکیم پر عمل کیا جائے تو تمام پنجاب میں بلکہ کراچی سے لیکر پشاور تک ہر جگہ ایسے آدمی مقرر کئے جائیں گے جو اس علاقہ کے لوگوں کے اندر رہیں اور ایسے مفید کام کریں کہ لوگ ان سے متاثر ہوں اور اس کے ذریعہ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کے لوگوں تک ہماری آواز پہنچ جائے"۔

پھر فرمایا:-

"چند دنوں کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اترنے والی ہے اب یہ ممکن بات ہے کہ زیادہ عرصہ تک آسمان اپنی مدد کو روکے رکھے۔ کوئی ۲۵، ۲۶ سال تک حضرت مسیح موعود نے دشمنوں کی گالیاں سنیں، ان سے پتھر کھائے۔ اینٹیں کھائیں، ماریں کھائیں لیکن تبلیغ جاری رکھی اس کے بعد قریباً پچاس سال تک یہ کام ہم نے کیا۔ یہ سارا زمانہ ملکر ۷۵ سال کا ہو جاتا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ ایسا تو نہیں کہ ۷۵ سال تک ایک قوم کو گالیاں دلوائے مار کھلائے، پتھر پڑوائے اور پھر چپ کر کے بیٹھ رہے۔ اب میں سمجھتا ہوں بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آسمان سے اترے گی۔ انشاء اللہ"

اُولوالعزم مُصلح موعود

(از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

(۱)

تین طرف سے سنگلاخ۔ بے رونق اور بے آب و گیاہ پہاڑیوں سے گھرا ہوا آٹھ مربعہ میل کا ایک قطعۂ زمین خدا جانے کتنی صدیوں سے بنجر۔ بیکار اور ناقابل التفات پڑا تھا۔ صرف اس کے جانب غرب حدِ نگاہ تک زرخیز زمین تھی۔ وہ بنجر اور ویران ٹکڑا ایک طرف سنگدل پہاڑیوں کی اس بے التفاتی پر نالاں تھا۔ کہ وہ کیوں اپنی جگہ سے ٹل کر اس کے سینے پر نہیں بیٹھ جاتیں۔ کیونکہ گو وہ پہاڑیاں بھی اپنی جگہ پہ بیکار تھیں لیکن ان میں ایک فرازتو تھا۔ ایک ارتفاع تو تھا۔ اور ایک رہگذر جب ایک ہموار اور سپاٹ راستہ طے کر کے ان کے قریب پہنچتا تھا۔ تو وہ تخلیقات خداوندی کے اس تنوع کو دیکھنے کے لئے یقیناً مجبور سا ہوجاتا تھا۔ مگر یہ آٹھ مربعہ میل کا بنجر ٹکڑا اتنا بے رونق اور استکراہ آمیز تھا۔ کہ نگاہوں کو اپنی طرف پھیرنے کے لئے اس کے اندر ذرا بھی تو کشش نہ تھی۔ اور دوسری طرف وہ قطعۂ زمین جب اپنے جانب غرب دور تک پھیلے ہوئے سبزہ زاروں کو دیکھتا تھا۔ تو اس کے سینہ سے آہیں بگولوں کی شکل میں دن بھر اُٹھتی رہتی تھی۔ اور فضائے آسمانی میں ایک ایسا سحابی سماں پیدا کر دیتی تھیں جس میں دھول ہی دھول نظر آیا کرتی تھی۔ یہ دھول دن بھر اٹھا کرتی اور رات کو اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتی ہوئی زمین پر آرہتی۔ اور اگلی صبح اس کی فضاؤں میں پھر وہی کیفیت پیدا ہوجاتی۔ اور یہ سلسلہ خدا جانے کتنی صدیوں سے یونہی چلا آرہا تھا آسمان سے سینکڑوں انقلابات یکے بعد دیگرے اُترے۔ کئی قوموں کی قسمتیں مٹیں اور کئی قوموں کی قسمتیں بن گئیں۔ ممالک بس بس کر اُجڑے اور اُجڑ اُجڑ کر بسے۔ لیکن اس آٹھ مربع میل سرزمین میں ذرا بھی انقلاب نظر آیا۔ دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں ہزاروں مسافر بسوں اور ریلوں میں سوار اس قطعے کے سینے پر بچھی ہوئی سڑکوں پر سے گذر جاتے مگر کوئی اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔!

(۲)

ایک مرتبہ اس کی کسی بھولی بھٹکی آہ نے کسی طور آسمان تک رسائی حاصل کرلی آسمان پر کچھ سرگوشیاں ہوئیں۔ اور ایک حکم جاری ہوگیا۔ اور چند دنوں کے لئے عارضی طور پر اس ٹکڑے میں کچھ حرکت اور ہلچل پیدا ہوگئی۔ ایک کروڑپتی ہندو ساہوکار بہادر چند نامی نے ہزاروں روپیہ کے صرف سے دن رات کوشش کی کہ کسی طرح یہ بنجر زمین زراعت کے قابل بن جائے۔ مگر اس کا وہ ہزاروں روپیہ اس قطعے کے گرد و غبار میں دب کر راکھ بن گیا۔ کیونکہ یہ اس مردہ زمین سے نہ تو پانی نکل سکا اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھایا جاسکا۔ اور وہ ساہوکار جو اس زمین کو زرخیز بنانے کے لئے خدا جانے کتنی امیدیں دامن میں باندھ کر گھر سے نکلا ہوگا۔ زرسوزی کر کے اسی صدمہ سے مرگیا۔ اور وہ نام کا بہادر کام کی کوئی بہادری نہ دکھا سکا۔

یہ وقتی حرکت اور عارضی سی ہلچل بھی ختم ہوگئی۔ اور وہ قطعۂ زمین پھر اسی طرح اپنی بدقسمتی پہ آنسو بہانے لگا۔ اور اسی طرح اس کے سینے سے آہوں کے بادل اُٹھ اُٹھ کر فضا میں پھیلنے لگے۔ مضافات کے لوگوں میں اس کروڑپتی ہندو اور اس کے کارندوں کے آنے سے جو تھوڑی سی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی وہ اب نفرت میں تبدیل ہوگئی تھی۔ کیونکہ یہ قطعۂ زمین تھا ہی نفرت کے قابل۔ کیونکہ یہ ایک کروڑپتی کا قاتل تھا۔ مگر کون جانے اس کروڑپتی کی ناکامی میں کیا راز پوشیدہ تھا۔!

(۳)

آسمان پر خدا کی انگلی نے ایک دن اس قطعۂ زمین کی لوح تقدیر پہ کچھ لکیریں پھیر دیں۔ کچھ مٹا دیا اور کچھ لکھ دیا۔ اور ایک صبح مضافات کے لوگوں نے دیکھا کہ دو چار دیوانے سے۔ سر پھرے سے۔ کچھ شہری طرز کے آدمی اس قطعے کی دھول میں کہیں ٹخنوں اور کہیں گھٹنوں تک دھنستے ہوئے اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ سڑک پر کچھ چھکڑے کھڑے ہیں۔ سڑک کے کنارے کچھ سائبان پڑے ہیں۔ اور کچھ سامان اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے دو تین گھنٹوں کے بعد کوئی دو درجن کے قریب بالکل اسی قسم کے کچھ اور دیوانے پہنچ گئے۔ جن کے ساتھ بھی اسی قسم کا سامان تھا۔ یہ دیوانے بھی کروڑپتی کے کارندے نہ تھے۔ اور نہ یہ اس قسم کے جلب منفعت کے خیال سے یہاں آئے تھے۔ جس خیال سے کہ وہ کروڑپتی آیا تھا۔ یہ تو صرف شہری زندگی کی درندگی سے بچنے کے لئے اس ویران اور بے آب و گیاہ خطّے کو اپنی پناہ گاہ بنانے کا عزم لے کر آئے تھے۔

مضافات کے لوگوں نے ان دیوانوں میں سے ایک سے استعجابیہ رنگ میں اور استحقار آمیز الفاظ میں پوچھا

"تم لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہو۔"

اور دیوانے نے کہا

"ہم یہاں ایک بستی آباد کریں گے۔"

"بستی؟"

"ہاں بستی"

"کس قسم کی بستی؟ یہاں تو کسی بستی کا کوئی امکان نہیں۔ کوئی قصبہ اور کوئی شہر یہاں سے قریب نہیں۔ اس بنجر زمین میں پانی کا نام و نشان نہیں۔"

"ہمیں ہمارے آقا کا یہی حکم ہے اور ہم اس کی بہرحال تعمیل کریں گے۔"

"تم کون ہو اور تمہارا آقا کون ہے؟"

"ہم احمدی ہیں اور ہمارا آقا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد ہے ہم اسی کے حکم سے یہاں آئے ہیں اور یہ زمین ہمارے آقا نے اپنے غلام کے لئے پناہ گاہ بنانے کے لئے خریدی ہے۔"

اور وہ دیوانے اپنے کام میں جُت گئے کوئی کیلے گاڑ رہا تھا کوئی رسیاں باندھ رہا تھا۔ کوئی ٹولی سائبان اُٹھائے آرہی تھی۔ کوئی قناتیں لگا رہی تھی۔ ان تمام دیوانوں کی ایک ہی دُھن تھی۔ کام کی۔ ان کے اندر ایک ہی احساس تھا۔ ادائے فرض۔ وہ پسینے سے شرابور تھے دُھول اُن کے چہروں پر چمٹ کر اور بالوں میں رچ کر رہ گئی تھی۔ اُن کے کپڑوں میں دھول اور پسینے کی دھاریاں بن گئی تھیں۔ مگر وہ دیوانہ وار کام کئے جارہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بجلی کی مشینیں ہیں جو سوئچ آن کرنے سے گردش میں ہیں۔

اور مضافات کے لوگ آس پاس کھڑے حیرت کے ساتھ یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے "پاگل مرزائی۔ یہاں بھلا کوئی بستی بسائی جاسکتی ہے؟ نہ یہاں اینٹیں مل سکتی ہیں نہ اس مٹی کا گارا بن سکتا ہے" اور ان دیہاتیوں میں سے ایک نے تمسخرانہ انداز میں کہا یہاں سے پہلے وہ ہندو بھی تو اپنے لاؤ لشکر سمیت آیا تھا۔ اور کئی کوششوں کے بعد ناکام ہوکر چلا گیا تھا۔ اور اسی ضیاعِ زر کے صدمے نے اس کی جان لے لی تھی۔" ایک اور آواز اُبھری۔ "ہاں ٹھیک ہے یہ مرزائی بھی جھک مار کر چلے جائیں گے۔ بیوقوف کہیں کے۔"

المصلح الموعود

نتیجۂ فکر مکرم منشی عبدالرحیم صاحب فانی انسپکٹر بیت المال نزیل حیدرآباد دکن

سلام ہو بیشمار اُن پر زباں پہ آیا ہے نام جن کا
امامِ آخر زماں ہو کر جہاں میں آیا غلام جن کا

مسیحِ موعود ہی کی خاطر یہ دیکھئے شانِ کبریائی
ہرا بھرا اک پیام لیکر جہاں میں فصلِ بہار آئی

یہی وہ دن ہے بتایا جس دن کہ ہے خدا کا کلام زندہ
خدا ہے زندہ یہ دین زندہ رسولِ خیر الانام زندہ

یہی مہینہ ہے جس میں دیکھا ان زمانے نے نشاں کا
اسی مہینہ میں نام چمکا غلامِ سردارِ دو جہاں کا

ہو مدحِ محمود کس زباں سے نہ تو پہلے ایا نہ کوئی
وہ جانے محمود کی حقیقت جو ہو گر راستبازی کوئی

بشیرِ اوّل بلا کے حق نے دوبارہ پھر اک بشیر بھیجا
نذیر سے اپنے جو کہا تھا پسر وہی بے نظیر بھیجا

وحی نے حق کی خبر جو دی تھی وہی فنا فی الرسول ہے یہ
جہاں معطّر ہے جس کی بُو سے وہی تو خوش رنگ پھول ہے یہ

مرا محمود ہے وہ شان والا اندھیرے گھر گئے یہ اُجالا
ہوا ہے اسلام کا اسی سے جہاں میں ہر سمت بول بالا

شمع ہے مشرق میں اسکی روشن چراغ مغرب میں جل رہا ہے
جو سو رہے تھے وہ اُٹھ رہے ہیں زمانہ کروٹ بدل رہا ہے

ہمارا محمود بحرِ عرفاں لبوں سے جسکے اُبل رہا ہے
مثیلِ احسان وحسن بن کر قرآں کے گوہر اُگل رہا ہے

جدید تحریک کر کے جاری لگایا ہر ملک میں ہے ڈیرا
عمرؓ کی مانند کام اس کے کہ نام فضلِ عمر ہے اس کا

زباں پہ اپنوں کی ذکر اس کا عدو کے لب پر فسانہ اس کا
کیا ہے مردہ دلوں کو زندہ ہے کیا مبارک زمانہ اس کا

جہاں کا غم اُٹھانے والا ہے دین کو چار کرنے والا
خدا کی باتیں بتانے والا دلوں کو بیدار کرنے والا

رہے سلامت ہمارے سر پہ۔ الٰہی یہ دم کہ جسکے دم کا
ہے اک سہارا دعائے فانی قبول صدقہ تیرے کرم کا

باتیں ہوتی رہیں تمسخر ہوتا رہا۔ دیہاتی اپنی پیشگوئیاں بگھارتے رہے اور ان بھولے بھالے درجن دیوانوں کی ٹولی ان دیہاتیوں کی باتوں ... بلکہ ان کی موجودگی تک سے بے نیاز ہو کر کام کرتی رہی جیسے نصب ہو گئے۔ سائبان لگ گئے۔ سڑک اور ریل کی پٹڑی پر سے کبھی کبھار کوئی بس اور ریل گاڑی اس ویرانے کی خاموشیوں میں ارتعاش پیدا کر کے گذر جاتی۔ وہ دیوانے ایک لمحہ کے لئے انہیں دیکھ کر اپنے کام میں لگ جاتے اور گاڑیوں اور بسوں میں گذرنے والے مسافر دیوانوں کی اس ٹولی کے متعلق کئی قسم کے خیالات اور سوالات دلوں اور دماغوں میں لیکر گذر جاتے۔

ابتدائی کام ختم ہو چکا تھا اب وہ دیوانے دھول اور پسینے کی وجہ سے جسموں کے ساتھ چپکے ہوئے کپڑوں اور گرد و غبار سے اٹے ہوئے پر اُمید چہروں کے ساتھ کسی کا انتظار کرنے لگے۔ یہ سارا کام آناً فاناً ہو گیا تھا اور مقررہ وقت سے کچھ پہلے ہی ختم ہو گیا تھا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ کام کرنے والے اس دنیا کی مخلوق سے کچھ مختلف قسم کی مخلوق تھے۔ ان کے سروں میں ایک ہی سودا تھا۔ ادائے فرض۔ ان کے دلوں میں ایک ہی احساس تھا۔ اطاعتِ امام۔ اور اس کی ادائیگی کے بعد وہ دیوانے تسبیح کے دانے بنے ہمہ تن انتظار بن کر پکی سڑک پر مشرق کی طرف نظریں گاڑے اسیروں کے رستگار کی راہ دیکھ رہے تھے۔

ایک بجکر بیس منٹ پر اس اولوالعزم روحانی فاتح عالم نے اس سرزمین پر اپنا مبارک قدم رکھا۔ صدیوں کی بنجر زمین۔ انسان کے قدموں سے ناآشنا سرزمین۔ اور وہ سنگلاخ پہاڑیاں اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج گونج اُٹھیں۔ اور اس ویرانے نے حیرت کے ساتھ یقین کیا کہ اس کی سالہا سال کی آہیں رنگ لے آئی ہیں۔ اور اس نے جب اپنی پشت کو زرخیز انسانوں کے بوجھ سے بوجھل دیکھا تو اس کے سارے غم دور ہو گئے۔ اور پھر جب آس پاس سے آئے ہوئے چند سو قدوسیوں نے اس سرزمین پر خدائے واحد و قادر کے آستانے پر اپنی نیاز بھری جبینیں جھکا دیں تو اس ویرانے کے سارے دلدّر دور ہو گئے۔

وہ زمین جو صدیوں سے انسانوں کی کم از کم گذرگاہ بننے کے لئے ترس رہی تھی اس میں ان قدوسیوں اور دیوانوں کے سجدے سے گڑھے بن گئے۔ اور پھر جب حضرت اولوالعزم مصلح موعود نے نماز سے فارغ ہو کر تقریر فرمائی جس میں ایک مستقل اثر اور ایک سریع الاثر سحر تھا تو حاضرین کی آنکھوں کے پیمانے چھلک چھلک گئے۔ اور سالہا سال کی اس پیاسی سرزمین نے ان قیمتی اور آبدار موتیوں کو جلد جلد اپنے سینے میں جذب کر کے محفوظ کر دیا۔ یہی وہ بنیاد تھی جس پر ربوہ کا وسیع و عریض شہر تیار ہونے والا تھا۔ یہی وہ آنسو تھے جو مٹی میں گندھ کر گارا بننے میں مدد ہوئے جبکہ وہ روحانی فاتح عالم دعائیں کر رہا تھا۔

"اے خدا تو جانتا ہے ہم کمزور ہیں ہمارے پاس کوئی مادی طاقت نہیں ہم تیرے ہی حکم کی تعمیل میں تیرے ہی نام کو بلند کرنے کے لئے تیرا ہی نام لے کر اس بنجر اور ویران سرزمین میں اس لئے یہاں پہنچے ہیں کہ چند دیوانے جمع ہو کر اسے تیری توحید کے پھیلانے کے لئے اپنا مرکز بنائیں۔ تیری نہ ٹلنے والی تقدیروں نے اپنی خاص الخاص حکمت کے ماتحت ہمیں ہمارے پیارے قادیان سے جدا کر دیا ہے۔ اب تو ہی ہماری مدد فرما۔ کہ ہم تیرے ہیں"...... یہ تقریر کیا تھی۔ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں تھیں۔ جنہیں زمین و آسمان کے درمیانی خلاؤں کی کوئی چیز بھی روک آسمان پر پہنچنے سے روک نہ سکی۔ ایک ایک لفظ پر یکبارگی سینکڑوں آنسو گرتے اور اس پیاسی زمین میں جذب ہو جاتے۔ اور جب اس اولوالعزم کی تقریر ختم ہونے پر پانچ سو حاضرین نے آمین کہی تو آسمان نے ایک یقین اور نور رات کر اس بنجر زمین پر محیط ہو گیا۔

(۴)

درد بھری دعاؤں اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ ربوہ کا افتتاح ہو گیا۔ ربوہ! جو دو تین خیموں اور دو چار سائبانوں کی صورت میں بنیاد کے طور پر عالم وجود میں آچکا تھا۔ ربوہ کے چاروں کونوں پر اور عین وسط میں ایک ایک بکرے کی قربانی دی گئی۔ عین وسط میں بکرا حضور نے اپنے دست مبارک سے ذبح کیا۔ اور حضور عصر کی نماز پڑھ کر واپس لاہور تشریف لے گئے۔

ربوہ کا افتتاح ہو چکا تھا۔ خیمے لگ چکے تھے۔ اور دیوانے کام شروع کر چکے تھے۔ یکے بعد دیگرے کام کرنے والے دیوانوں کی ٹولیاں وہاں پہنچنے لگیں کچے مکان تعمیر ہونے لگے۔ کچے مکانات پکے مکانات میں تبدیل ہونے لگے چھوٹے چھوٹے کچے مکان تعمیر ہو کر مستہزوں کے استہزاء کا جواب بننے لگے۔ ویرانہ آبادی میں تبدیل ہونے لگا۔ جہاں کوئی پانی نہ تھا۔ اینٹ گارے کا کوئی انتظام ممکن نہ تھا۔ آس پاس کوئی شہر نہ تھا۔ کوئی ریلوے سٹیشن نہ تھا۔ کوئی ڈاکخانہ اور کوئی تار گھر نہ تھا۔ بجلی نہ تھی اور کچھ نہ تھا۔ اور ربوہ تعمیر ہو رہا تھا۔ مضافات کے لوگ اب بھی مرزائی پاگلوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ریلوں اور بسوں میں گذرنے والے مسافر جنہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہاں ربوہ تعمیر ہو رہا ہے ایک استہزائیہ ہنسی ہنس کر گذر جاتے۔ راہگیر تعجب اور استحقار کے ساتھ ان کچے کوٹھوں کو دیکھ کر یہ کہتے گذر جاتے کہ یہ سب پہلی ہی بارش میں زمین پر آرہیں گے۔ مگر ان سب کو کیا معلوم تھا کہ وہ خود پاگل ہیں۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ ایک ایسی جماعت کا عزم ہے جس کا امام اولوالعزم ہے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ آبِ رواں کی طرح بڑھتی ہوئی جماعت اپنے پیارے اولوالعزم امام کے نقش قدم پر بڑھتے ہوئے ساری روکاوٹوں کو عبور کر جاتی ہے اور پھر واقعی ان دیہاتیوں کی پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں بارشیں ہوئیں اور کچے مکانات گرنے شروع ہو گئے۔ اور واقعی گر گئے۔ مگر اس لئے نہیں گرے تھے کہ وہ گرے رہیں بلکہ اسلئے گرے تھے کہ ربوہ کی سرزمین گر کر اُٹھنے والوں کا عزم دیکھے۔ ربوہ کی سرزمین ہی نہیں ہر وہ شخص جو یہ سمجھتا تھا کہ اس ویرانے میں کسی آبادی کا امکان نہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اولوالعزم کی چھوٹی سی جماعت کس طرح اپنی دیوانگی کو بروئے کار لا کر ناممکنات کو ممکنات میں بدل دیتی ہے اور گر گر کر پہلے سے زیادہ عزم اور جوش کے ساتھ اٹھتی ہے!

او ساتھ! ربوہ کی تعمیر کو ناممکن کہنے والے آکر دیکھ تو سہی۔ وہ دیکھ۔ ریلوے لائن کے شمال و جنوب میں دور دور تک نظر آنے والی بلڈنگیں اور کوٹھیاں۔ یہ ربوہ ہی تو ہے۔ یہ پکی سڑک کے پہلو میں دو تین میل کی لمبائی میں جو کوٹھیاں اور مکانات نظر آرہے ہیں۔ یہ ربوہ ہی تو ہے۔ اور وہ پہاڑی سے اس پار جو بہت بڑی ایک مسلسل سی بلڈنگ نظر آرہی ہے۔ وہ تعلیم الاسلام کالج ہے۔ ادھر آ۔ میں تجھے دکھاؤں یہ کشادہ سڑک کے دائیں بائیں جو تجھے دور دور تک بلڈنگیں نظر آرہی ہیں۔ یہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر ہیں۔ وہ آگے جو بڑی سی شاندار کوٹھی نما بلڈنگ نظر آرہی ہے یہ ہماری بہنوں کا مرکزی دفتر ہے۔ ذرا سچ بتانا تمہاری خواتین کی بھی ایسی کوئی تنظیم ہے۔ جو اتنا بڑا کام کر سکتی ہے

اور ربوہ کی ابتدائی تعمیر کو دیکھ کر تمسخر کرنے والے! ادھر آ۔ وہ سامنے دیکھ وہ جنوب میں اس پہاڑی کے دامن تک جو آبادی تجھے نظر آرہی ہے وہ کوئی الگ شہر نہیں بلکہ اسی ربوہ کا ایک محلہ دار الرحمت ہے۔ میرے پیچھے پیچھے چلا آ۔ یہ دیکھ یہ گول بازار ہے۔ تو حیرت میں کیوں پڑ رہا ہے۔ یہ وہی دیوانے ان خوشنما دوکانوں میں بیٹھے ہیں جنہیں تو ربوہ کی ابتدائی تعمیر کے وقت پاگل کہتا تھا۔ ادھر دیکھ! تو تو گھبرا گیا ہے

یہ کسی کروڑ پتی کی بلڈنگ نہیں یہ فضل عمر ہسپتال ہے جو اہالیانِ ربوہ اور مضافات ربوہ کے بیماروں کے لئے محض انسانی ہمدردی کے جذبہ سے تعمیر ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

او عدوِّ محمود! آ تجھے میں دکھاؤں یہ قصرِ خلافت ہے۔ اس کی چھتوں کے اوپر خلا کی پہنائیوں میں دیکھ۔ تجھے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور انوار برستے نظر آرہے ہیں؟ کیا کہا نہیں؟ ادھر آ میں تیری آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی کھول دوں۔ ہاں اب دیکھ۔ خدا کے لئے دیکھ۔ اپنی نظروں سے نہیں دیکھ سکتا تو میری نظروں سے دیکھ۔ میری آنکھیں نکال کر اپنے متعصب پپوٹوں کے نیچے رکھ کر دیکھ۔ وہ دیکھ میرا پیارا آقا۔ اولوالعزم مصلح موعود سیڑھیوں سے اتر کر مسجد مبارک میں جا رہا ہے۔ ظالم! دیکھ یہ وہی مسجد ہے جہاں تو اپنی بدبختی سمیت بھیس بدل کر پہنچا تھا اور تو نے میرے پیارے آقا کے گلے میں خنجر گھونپا تھا! میرے نہیں ہزار لاکھ کے۔ نہیں آئندہ زمانہ کی ساری دنیا کے محبوب کی گردن میں خنجر گھونپا تھا۔ تو سمجھتا تھا کہ تیرا وار کارگر ہے۔ تجھے کیا معلوم تھا ظالم! کہ یہ بوڑھا کتنا جوانمرد ہے۔ اس زخم خوردہ جوانمرد کی اولوالعزمی کو دیکھ۔ خدا کی قسم سچ بتا۔ ربوہ اس کی اولوالعزمی کا ایک تابندہ اور پائندہ نشان ہے کہ نہیں؟

اس بنجر زمین میں پانی کے عدم کا یقین رکھنے والے! کیا تو نے سنا تھا کہ میرے آقا نے فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ

"پاؤں کے نیچے سے میرے پانی بہا دیا"

آ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ربوہ میں اس وقت کتنے بجلی کے پمپ ہیں۔ کتنے نلکے ہیں اور پانی کس طرح میرے اولوالعزم محمود کے قدموں کے نیچے بہہ رہا ہے۔ یقین کر یہ وہی آنسو ہیں جو ربوہ کے افتتاح کے دن ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ۵۰۰ قدوسیوں کی آنکھوں سے گرے تھے اور پانی کے سوتوں میں تبدیل ہو گئے۔ تو نے کہا تھا کہ یہاں تو ۲۰-۲۸ میل تک کوئی شہر نہیں ہے۔ آکے دیکھ تو سہی۔ تیرا دل پکار اٹھے گا کہ ربوہ بجائے خود ایک بڑا شہر ہے۔ موٹروں کا اڈہ۔ ریلوے سٹیشن۔ ڈاکخانہ۔ تار گھر۔ کالج۔ سکول۔ دفاتر۔ بازار۔ کوٹھیاں۔ بلڈنگیں۔ محلے۔ کشادہ سڑکیں اور پختہ خوشنما مکانات۔ کیا انہی چیزوں کا مجموعہ شہر نہیں کہلاتا؟ کیا یہ ایک چھوٹا سا کام تھا۔ کیا اس سب کچھ کے وجود کے لئے کسی بھی قسم کے اسباب موجود تھے؟ پھر کیا یہ اولوالعزمی کا نشان نہیں؟

اے منکرِ احمدیت! اے عدوِّ مصلح موعود! اے مودودیو! اے احراریو! خدا کے لئے یہاں آکر دیکھو اولوالعزمی کا کتنا بڑا نشان ہے یہ تمہارا سرمایۂ حیات تو آ جا رہی ہے نا۔ گالیوں کے چند ملبد سے۔ عداوتوں کے چند مجموعے اور محمود کی دشمنی میں آپس میں ٹوٹ جانیوالی چند کھوکھلی تنظیمیں۔ اور کیا ہے کچھ آپکے پاس؟ پہلے تم کہتے تھے کہ ربوہ نہیں بن سکتا۔ اب کہتے ہو کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ ربوہ تو کھلا ہے۔ اور آپ سب کو اپنی کشادگی میں ۲۴

مدت سے ہمیشہ کیلئے مضطرب اور منتظر ہے۔ خدا کے لئے سچے دل سے اس شہر میں آؤ۔ اور میرے پیارے اولوالعزم آقا کی ــــــ اولوالعزمی کا نشان دیکھو۔

مصلح موعود ۔ اور ۔ ہماری ذمہ داریاں

از عمل ثابت آں نورِ ایمان قست ٭ دل جدا دی یوسفے را راہ کنعان گریں

(از مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

محترم جناب حکیم صاحب نے "حضرت مصلح موعود کا عہد مبارک اور جماعت کی ذمہ داریاں" کے عنوان ایک مبسوط مضمون تحریر فرمایا تھا لیکن بے چند مباشرت میں قیمتی مضمون کا صرف ایک حصہ ہی درج ہو سکا ہے دوسرا حصہ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں شائع کیا جائیگا (ایڈیٹر)

۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جہاں انعاماتِ الٰہیہ اور بشارات سرمدیہ کی جمالی رنگ میں خوشخبریاں دی گئی ہیں وہاں جلالی رنگ کے انذارات سے بھی متنبہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کانّ اللّٰہ نزل من السماء کے بعد فرمایا ہے

"جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا"

دوسری جگہ اسی پسر موعود مصلح موعود کے متعلق الہام الٰہی میں وارد ہوا ہے۔

"انا ارسلناہ شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا کصیّبٍ من السماء فیہ رعدٌ و برقٌ کلّ شیءٍ تحت قدمیہ"

جلالِ الٰہی کے جلوے

۱۹۱۴ء میں جب قدرتِ ثانیہ کا موعود خلیفہ مسندِ خلافت پر خدا کے فضل و کرم سے متمکن ہوا تو ایک طرف قدرتِ ثانیہ کی موعودہ بشارت پوری ہونے پر مومنین جماعت کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی تو دوسری طرف مخالفتوں کے بادل بھی اٹھے۔ اور رعد و برق نے خوف کی حالت پیدا کر دی اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق یہ بادل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چھٹ گئے۔ اور رعد و برق بھی غائب ہو گئے۔ خوف امن سے بدل گیا۔ چونکہ یہ مصلح موعود ساری دنیا کے لئے نشانِ الٰہی بن کر آیا ہے اس لئے آپ کے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی دنیا نے پہلی جنگ کا جلالی نشان دیکھا۔ اور پھر اسی عالم کباب کے زمانہ میں دوسری جنگ کی آگ میں دنیا جھلس گئی۔ اس دوسری جنگ کی ہولناکی کی مثال تاریخِ عالم میں نہیں مل سکتی۔ اس جلالِ الٰہی کے برق و رعد کی کڑک اور چمک کو بھی دنیا نے دیکھا۔ پھر غیر معمولی تباہی لانے والے زلازل اور نوح جیسے طوفانوں اور دیگر قسم کے آسمانی اور زمینی آفات کو بھی دنیا نے دیکھا۔ اب پھر زمین پر قیامت کا نمونہ بن کر آنے والی تیسری جنگ کی اطلاع آسمان پر منڈلا منڈلا کر برق و رعد دے رہے ہیں

رب کل شیءٍ خادمک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا

اسی طرح جلالِ الٰہی کے پے در پے شدید حملے اور بھی آتے رہیں گے اور زمین کی کوئی مادی طاقت خواہ وہ سائنس کے نئے سے نئے آلات سے مسلح کیوں نہ ہو جلالِ الٰہی کے حملوں کی مدافعت نہیں کر سکے گی جب تک کہ زمین پر بسنے والے انسان ہر قسم کے شعبدے اور ظلم و عدوان سے توبہ کر کے خدا ئے واحد کے آستانہ پر نہیں جھک جائیں گے اور خدا کے بھیجے ہوئے موعود "رحمت و فضل" کے سایہ امن میں نہیں آئیں گے۔

خدائے رحیم و رحمان کا یہ کرم اور احسان ہے کہ اس نے اپنے موعود "رحمت و فضل" کے سایۂ عاطفت میں رکھ کر جماعت احمدیہ کی ہر موقعہ پر حفاظت فرمائی اور صرف حفاظت ہی نہیں فرمائی بلکہ ہر مصیبت کے بعد جماعت احمدیہ کے لئے ترقی کے دروازے کھول دیئے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنجِ کرم بنہادہ اند

نعمتِ الٰہی کی قدر و ناقدری

جماعت احمدیہ اس فضل و رحمت پر اپنے ربِ مہیمن کا جس قدر بھی شکر ادا کرے اس کے شکر کا پورا حق ادا نہیں کر سکتی۔ جناب باری تعالیٰ کا اپنے شکر گذار اور ناشکر گذار بندوں کے متعلق ایک مستمرہ قانون یہ بھی ہے

"لئن شکرتم لازیدنّکم و لئن کفرتم انّ عذابی لشدید"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا کی عطا کی ہوئی نعمت کی شکر گذاری پر مزید انعام ملتے ہیں۔ اور ناشکر گذاری پر شدید عذاب بھی آتا ہے۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے حضرت مصلح موعود جیسی بے مثل نعمت بخشی ہے۔ اگر جماعت اس نعمت کی ناقدری کرے گی اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہدایات و ارشادات پر عمل نہیں کریگی تو وہ بھی اسی قانونِ الٰہی کی گرفت سے باہر نہیں رہ سکتی۔ شکر گذاری کے معنے یہ ہیں کہ جس غرض و غایت کے لئے مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے اسی غایت مقصود کے لئے آپ کی تعلیمات اور آپ کے فرامین اور احکامات پر چل کر اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

مصلح موعود کا غائت مقصود

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا غایت مقصود کیا ہے۔ اس کو جناب باری تعالیٰ نے اسی سبز اشتہار میں خود بیان فرما دیا ہے۔

"تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے ...... اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے"

یہ وہ کام ہے جس کو مشیت الٰہیہ نے سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سپرد فرمایا اور ہر قسم کی مادی کمزوریوں کے باوجود اس اولوالعزم بندۂ خدا نے اپنے دوشِ نازک پر اس بارِ عظیم کو اٹھا لیا ہے۔ اور اس وقت تک جو کچھ بھی کر کے دکھایا ہے وہ محیر العقول ہے۔ ہمارا اولوالعزم مصلح موعود بجا طور پر کہہ سکتا ہے۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

مذہبی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مذہبی دنیا میں انقلاب پیدا کرنے والے کسی بڑے سے بڑے اولوالعزم نبی رسول یا خلفائے راشدین میں سے کسی نے بھی بذاتِ خود تن تنہا اشاعتِ دین کی مہمیں نہیں کی ہے۔ بلکہ ابتداء میں یہ خاصانِ خدا اپنی اپنی ذاتی جدوجہد سے مخلصین کی ایک چھوٹی سی جماعت قائم کر کے اپنی قوتِ قدسیہ کے زور سے ان کا تزکیہ و تصفیہ کرتے رہتے ہیں! اور پوری تعلیم و تربیت کے بعد ان کی معیت میں اور ان کے ذریعہ اصلاح عالم کا کام انجام دیتے رہے ہیں عہدِ عتیق کو بالفعل طوالت کے خوف سے چھوڑ کر عہدِ جدید کی مثالوں سے ہم دیکھتے ہیں۔ تو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ساتھ نحن انصار اللہ کہنے والے حواریین اور آقائے نامدار سیدنا و شفیعنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انا نقاتل عن یمینک و عن یسارک و عن قدامک و عن خلفک کہنے والے جاں نثار اصحاب کرام اور زمانہ حال میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جان و دل سے فدا ہونے والے آپ کے احباب و اصحاب کی تازہ مثالیں بھی ملتی ہیں۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم مبائعین جماعت احمدیہ کو یہ شرف و سعادت بخشی ہے کہ تکمیل اشاعت اسلام کے تعمیری کاموں میں حضرت مصلح موعود کی زیر قیادت خدمتِ دین کی توفیق پا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

خدمتِ دین کی راہ میں نئی قسم کی ذمہ داریاں

حضرت رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک پر ناپاک اور سیاہ باطن پادریوں نے بزورِ شمشیر اسلام پھیلانے کا الزام لگایا ہے۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر دیگر متعصب مصنفین نے اس جھوٹے الزام کو دنیا میں شہرت دی ہے۔ مصلحتِ الٰہی نے چاہا کہ اس زمانہ میں بھی جبکہ اسلام مادی طاقت سے خالی اور بالکل تہی دست ہے اپنے ایک کمزور مگر اولوالعزم بندے کے ذریعہ اسلام کی روحانی طاقت کا معجزہ دکھا کر دشمنانِ اسلام کا منہ بند کر دے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کے پاس نہ شمشیر و سنان ہے اور نہ تیر و تفنگ ہے اور نہ آپ کے پاس موجودہ زمانہ کے ہلاکت آفریں آلاتِ حرب ہیں اور نہ ہی حقیقی اسلام یعنی احمدیت کی تعلیم میں جبر و اکراہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس بے مائیگی اور بے سروسامانی کی حالت میں یہ عظیم الشان کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے کہ بغیر جنگ و جدال اور بغیر جبر و قتال اور بغیر قانون شکنی کے تمام اقوامِ عالم کی پُر غرور جبینوں کو خدائے واحد و یگانہ کے آستانہ پر جھکایا جائے۔ اور ان کے قلوب پر تاجدارِ دو عالم شہنشاہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عقیدت کا سکہ بٹھایا جائے۔

دنیا اس کام کو ناممکن کہے یا اس کا نام جنون و خبط رکھے لیکن مالکِ ارض و سما نے اپنے ایک کمزور بندے اور اس کی کمزور جماعت سے ایسا ہی چاہا ہے تا کہ وہ اپنی طاقت اور قدرت نمائی اور اپنی زندہ ہستی کا ایسا نشان دکھائے جس کی مثال تاریخِ عالم میں ابتدائے آفرینش سے موجودہ زمانہ تک نہ ملتی ہو اور تا دنیا کے تمام مادہ پرست اور متکبر و سرکش بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ واقعی حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔

احمدی دوستوں سے خطاب

جماعت احمدیہ کے مبائعین دوستو! سیدنا حضرت مصلح موعود کے جاں نثار اور وفا شعار خادمو! سوچو اور پھر سوچو! کہ یہ کس قدر زہرہ گداز اور جگر سوزی کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حضرت مصلح موعود اور آپ کے غریب و مسکین متبعین سے لینا چاہا ہے۔ جماعت احمدیہ جس کا نصب العین صرف رضائے الٰہی ہے۔ اور جس کے حصول کے لئے وہ ہر قسم کی قربانیاں کرتی رہی ہے اس کا فرض ہے کہ اس اہم کام میں حضرت مصلح موعود کے ہر فرمان اور اعلان پر اپنی جان اپنا مال اور اپنی ہر چیز کو نثار کرتے ہوئے اس مقصد کو حاصل کرے۔ اگر جماعت کے سارے افراد یک جان ہو کر اس مقصد کے حصول میں لگ جائینگے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نصرت جلد آئیگی۔ اور ہمیں منزلِ مقصود پر پہنچا دیگی۔ اگر اس کام کی عظمت اور جلالت کو نہ سمجھ کر ذرا بھی سستی و غفلت سے کام لیا گیا اور وفا شعاری اور وفاداری کا حق ادا نہ کیا گیا تو تقدیر الٰہی جو کہ بہر حال اب اس کام کو درجہ تکمیل تک پہنچا کر رہے گی (باقی صفحہ پر)

علوم ظاہری و باطنی سے پر مصلح موعود

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نزیل دہلی

دنیا والے ایک ایسے جدید نظام کے خواہشمند نظر آتے ہیں جو ان کی روحوں کو تسکین اور دلوں کو تسلی دینے والا ہو۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ تسکین و تسلی ایسے نظاموں میں تلاش کر رہے ہیں۔ جو روحانیت سے قطعی معرّا اور مادیت سے لبریز ہیں۔ سابقہ تجربہ اس امر پر شاہد ہے کہ آج تک کبھی بھی کوئی مادی نظام ہرگز سکون و اطمینان کا باعث نہیں ہوا۔ بلکہ وہی نظام جو خالص روحانی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہو اور جو خدا کے پاک کے ہاتھوں قائم کیا گیا ہو مردہ روحوں کے لئے آب حیات اور بے چین دلوں کے لئے حقیقی سکون بخشتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مردہ روحوں کو حیات بخشی وہ نمرود نہ دے سکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ جو تازگی انسانی روحوں میں پیدا ہوئی وہ فرعون بادشاہ پیدا نہ کر سکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو زندگی پیدا کی وہ فقیہی اور فریسی اور اس وقت کے نظام کے مالک پیدا نہ کر سکے۔ وادی بطحیٰ میں پیدا ہونے والے شہنشاہ دوجہاں نے جو محبت عرب و عجم کے رہنے والوں میں پیدا کی۔ اور مردہ روحوں کو حیات ابدی اور پژمردہ دلوں کو سرور سرمدی عطا کیا وہ عرب کے سوار اور ایران و روما کے زبردست اور جبّار بادشاہ پیدا نہ کر سکے مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو غیر مبہم الفاظ میں اُمّت محمدیہ کو یقین دلایا کہ ان کی حیات و زندگی روحانی نظام سے ہی وابستہ اور منسلک ہے ان حالات میں ایک احمدی اس یقین سے لبریز ہے کہ دنیا کی موجودہ بے اطمینانی اور بے چینی محض اور محض کسی روحانی نظام کے ذریعہ سے دور ہو سکتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ مسلمانوں میں یہ نظام ختم ہونے پر اللہ تعالے نے ہم پر احسان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پھر سے اس روحانی نظام کی بنیاد قائم کر دی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی پیاسی روحوں کو جو اپنی تسکین کے لئے پانی کی تلاش میں تھیں مخاطب کرکے فرمایا:۔

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

میرے دوستو یہ نہرِ خوشگوار وہی روحانی نظام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں اللہ تعالے نے قائم فرمایا ہے۔ اور جو حضور کے مقدس خلفاء کے ذریعہ مضبوط ہو رہا ہے:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روحانی نظام کی مضبوطی کا سہرا بہت حد تک حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے سر پر ہوگا۔ کیونکہ اسی مقدس وجود کے ہاتھوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ نظام کو ترقی ہوگی۔ اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے
کہ تیری ہی برکات کا دوبارہ نور
ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی
اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص
کھڑا کیا جائے گا جس میں روح
القدس کی برکات پھونکوں گا
وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت
تعلق رکھنے والا ہوگا مظہر الحق و
العلاء کأنّ اللہ نزل من السماء ہوگا
ہوگا۔۔۔ دیکھو وہ زمانہ چلا آتا
ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ
کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائیگا
اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب
اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔
اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی
سلسلہ ہوگا یہ باتیں انسان کی
باتیں نہیں یہ اس خدا کی وحی ہے
جس کے آگے کوئی بات انہونی
نہیں"۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹)

اسی موعود کی تعریف میں آپ بذریعہ وحی الٰہی فرماتے ہیں:۔

"وہ صاحب شکوہ اور عظمت
اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئیگا
اور اپنے مسیحی نفس اور روح
الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں
سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ
ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری
نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے
وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور
دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی
سے پر کیا جائے گا"
(تذکرہ ایڈیشن دوم صفحہ ۱۴۴)

سیدنا حضرت محمود مصلح موعود ایدہ اللہ الودود ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو اپنے مصلح موعود کا اعلان کرتے ہوئے اپنی خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور اس کے بعد میں بڑے
زور سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں
جسے علوم اسلام اور علوم عربی
اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود
میں اس کی دونوں چھاتیوں سے
دودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے۔"
(اخبار الفضل فروری ۱۹۴۴ء)

خدائے پاک کی وحی میں یہ فرمایا گیا تھا کہ وہ مصلح علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہوگا جس کی تصدیق حضرت مصلح موعود کو خواب میں مندرجہ بالا الفاظ میں ہوئی۔

اس امر سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت محمود ایدہ اللہ الودود اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کئے گئے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے آپ کے ذریعہ ایک روحانی نظام کو مضبوط کرنا تھا۔

سیدنا حضرت محمود جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اس وقت بقول اہل پیغام وہ ایک بچہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور ظاہری علوم سے خالی تھے۔ کیونکہ آپ نے کسی یونیورسٹی کی ڈگری حاصل نہیں کی تھی۔ نہ ہی آپ کی تعلیم یورپ و امریکہ کی کسی بڑی یونیورسٹی میں ہوئی تھی بلکہ اپنی کمزور صحت کی وجہ سے میٹرک تک کی تعلیم بھی مکمل نہیں کر سکے تھے لیکن باوجود اس کے آپ کسی کالج یا یونیورسٹی کے طالب علم نہیں رہے تھے۔ دنیا نے دیکھا کہ وہ بچہ ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ نکلا۔ ہر ظاہری علم کا ماہر آپ سے ملاقات کرنے کے بعد اس اظہار پر مجبور ہوتا ہے۔ کہ کالج اور یونیورسٹیوں کی خاک چھاننے کے بعد میں وہ حاصل نہ کر سکا جو اس خدا کے بندے کو بغیر کسی یونیورسٹی کی تعلیم کے حاصل ہے۔ علوم باطنی میں اللہ تعالے نے آپ کو بحر ذخار بنایا ہے جس میں طرح طرح کے موتی اور جواہرات ملتے ہیں۔ جس پر آپ کی تفاسیر تقاریر اور شائع شدہ کتب شاہد ناطق ہیں۔ شاید کوئی یہ کہے کہ میں محض عقیدت کے جذبے سے یہ الفاظ کہہ رہا ہوں نہیں نہیں ایسا نہیں۔ بلکہ ایک حقیقت ہے۔ جس کا میں اظہار کر رہا ہوں۔ لیجئے میں آپ کی تسلی کے لئے آپ کے سامنے ایک غیر احمدی دوست کا بیان رکھتا ہوں۔ جو جماعت احمدیہ کے ایک جلسہ میں شریک ہوئے اور حضرت محمود ایدہ اللہ سے ملاقات کی۔ حضور کی ملاقات اور حضور کی تقاریر یعنی معارف و حقائق قرآن سے پُر تقاریر سننے کے بعد جو اظہار اس غیر احمدی دوست نے کیا وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے یہ غیر احمدی دوست چوہدری محمد ابراہیم فیروزپوری ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے جو انظروں سے حضرت صاحب پر نظر ڈالی وہ ایک معتقدانہ نظر نہ تھی بلکہ یہ وہ نظر تھی جو ایک متلاشی حق تحقیق کی غرض سے اس شخص پر ڈالتا ہے جس کو کسی قسم کا دعویٰ ہو۔ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو اس امر کا دعویٰ ہے کہ آپ مسیح موعود کے خلیفہ ہیں اور امت محمدیہ میں ہر قسم کی روحانی ایجاد کی کلوں پر کہ جن پر زنگ لگ گیا ہے صیقل کرنے کو آئے ہیں میں خود ان کے طرز عمل و اخلاق کو ان نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ آیا وہ شان وہ خلق وہ نشست و برخاست وہ طرز گفتگو وہ ملاقات وہ اخوت و ہمدردی و مساوات کہ جو ایک مصلح ملت میں ہونی چاہئے آپ میں بھی ہے یا نہیں ناظرین خدا کو جان دینی ہے میں اس وقت کیا عرض کر رہا ہوں اور کس کا ذکر کر رہا ہوں بے ساختہ زبان سے ادا ہوتا ہے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

جس وقت میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو سٹیج پر تقریر کرتے سنا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک بحر ذخار ہے کہ جس سے موتی و گوہر ابل ابل کر نکل رہے تھے جناب کی تقریر دلپذیر کچھ ایسی مضبوط اور جامع تھی کہ اس کا ہر پہلو ایک بڑے سے بڑے پُر مغز لیکچرار کو بھی کونے میں جھکا رہا تھا حاضرین اور نساری آتی کہ ہر جاہل اور پُر مغز اس سے مستفید ہو رہا تھا کہا جاتا ہے کہ دوران تقریر میں احمدی محمد رسول اللہ کا ذکر کم لیکن مرزا صاحب کا ذکر بہت کرتے ہیں مگر اس کے خلیفہ کی یہ حالت تھی کہ جہاں نبی کریم کا نام پاک آتا وہ مجسم رقّت بن جاتا اور جہاں حضرت مرزا صاحب کا نام لینا ہوتا تو وہاں رسول کریم کے غلام سے موسوم کیا جاتا۔ تقریر میں فضول باتیں نہیں بلکہ وہ مفید باتیں کہ جن پر واقعی آج اسلام کی زندگی و موت کا سوال ہے یعنی معارف قرآن وہ کہ جن سے روح زندہ ہو۔۔۔۔ ایک کیفیت روحانی تھی جو میں نے آنجناب کی تقریر میں دیکھی نہ صرف ایک دن بلکہ دو دن اور میں تعجب کرتا تھا کہ کیسا زبردست انسان ہے جو باوجود نہایت کمزور جثہ ہونے کے وہ طاقت اپنے اندر رکھتا ہے جو بڑے بڑے جسیم مقرر اس کے مقابلہ میں ۔۔۔ رہ جاتے ۔۔۔۔۔ میں مختصر تمام جماعت احمدیہ کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شخص قلم کا بھی دھنی ہے تقریر کا اعلیٰ درجہ کا ماہر بھی اور تنظیم کا اعلیٰ درجہ کا گورنر بھی"۔ (بحوالہ تاثرات قادیان صفحہ ۱۸۱)

یہ ایک غیر احمدی دوست کی رائے ہے اور ایسی ایک نہیں بلکہ سینکڑوں آراء پیش کی جا سکتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی یہ موعود علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہے لیکن یہ مختصر مضمون ان آراء کا متحمل نہیں اسلئے میں ۔۔۔ سے میں ۔۔۔ کرونگا کہ وہ اس بابرکت وجود سے ملاقات ۔۔۔ اور حضور کو بچشم خود دیکھ کر وحی الٰہی کی تصدیق کر سکے۔

آج انگلستان اور امریکہ اپنے قائم کردہ نظام پر اور دوسری طرف روس اپنے قائم کردہ نظام پر نازاں ہے اور دونوں ہی اپنے اپنے نظام کو دنیا پر قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں لیکن یہ دونوں نظام انسانی روح کو کوئی تسکین نہیں دے سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کے اسی روحانی نظام کی پھر سے بنیاد رکھ دی گئی ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قائم ہوا تھا۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر مصلح موعود اس روحانی نظام کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا جا رہا ہے اور انشاء اللہ یہی روحانی نظام دنیا میں ترقی کریگا اور دنیا کے لئے امن اور شانتی کا موجب ہوگا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالے نے فیصلہ کر چکا ہے کہ
وہ مجھ سے احیاء اسلام کا کام لے
اور اسلام کی عظمت کو میرے
ذریعہ سے قائم کرے اور یہ کام ہو کر
رہے گا جلد یا بدیر مبارک ہے وہ
جو میرا ہاتھ بٹاتا ہے"۔

طبقۂ نسواں پر حضرت مصلح موعود کے احسانات

از محترمہ سیدہ امۃ القدوس صاحبہ بیگم محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب قادیان

انگریزی زبان میں بیوی کے لئے Better half یعنی نصف بہتر کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ انگریزی کی اس اصطلاح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ترقی پسند قوم کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنے نصف حصہ یعنی طبقۂ نسواں کی اصلاح کی طرف اور تربیت کی طرف خاص توجہ دے اور انکی فلاح و بہبودی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی رہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے بھی قومی ترقی کے اس راز کو نہایت عمدگی سے اور بہترین طور سے بیان فرمایا ہے۔ اسلام کے صدر اول میں مسلمانوں نے اس راز کو سمجھا اور بالآخر ایک دنیا کے استاد بن گئے۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اس آسمانی ہدایت کے نقوش دلوں سے محو ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ امت پر دورِ تنزل کے وقت دیگر ہدایات کے ساتھ ان زرّیں اصولوں کو بھی طاق نسیاں میں رکھ دیا گیا۔

موجودہ زمانہ میں جب مشیت ایزدی نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے سامان کئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے جانشین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم امر کی طرف خصوصیت سے توجہ دی آپ نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ سے ہی عام جماعت کی تربیت و اصلاح کے ساتھ ساتھ طبقۂ نسواں میں تعلیم کو عام کرنے اور خصوصیت سے انہیں دینی تعلیم سے واقف و آگاہ کرنے کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۲۲ء میں مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"ہماری پیدائش کی جو غرض و غایت ہے اس کو پورا کرنے کیلئے عورتوں کی کوششوں کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مردوں کی ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے عورتوں میں ابتک اس کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے۔ ہماری زندگی کس طرح صرف ہونی چاہیئے۔ جس سے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرکے مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث ہو سکیں۔ اگر غور کیا جائے تو اکثر عورتیں اس امر کو محسوس نہیں کرینگی کہ روزمرہ کے کاموں کے سوا کوئی اور کام بھی کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔

دشمنان اسلام میں عورتوں کی کوششوں سے جو روح بچوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ اور جو بدگمانی اسلام کی نسبت پھیلائی جاتی ہے اس کا اگر کوئی توڑ ہو سکتا ہے تو وہ عورتوں ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور بچوں میں اگر قربانی کا مادہ پیدا کیا جا سکتا ہے تو وہ بھی ماں ہی کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے پس علاوہ روحانی علمی ترقی کے آئندہ جماعت کی ترقی کا انحصار بھی زیادہ تر عورتوں ہی کی کوشش پر ہے۔ چونکہ بڑے ہو کر جو اثر بچے قبول کر سکتے ہیں۔ وہ ایسا گہرا نہیں ہوتا جو بچپن میں قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کی اصلاح بھی عورتوں کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔"

اس کے مطابق ۱۹۲۲ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا۔ آپ کی نگرانی میں اور آپ کی ہدایات کے مطابق جماعت کی مستورات نے اس تنظیم کے ماتحت ہر میدان میں نمایاں ترقی کی۔ کیا بلحاظ تعلیم۔ کیا بلحاظ تربیت اور کیا بلحاظ مالی قربانی شروع شروع میں تو حضور کی ہدایات کی روشنی میں لجنہ اماء اللہ کا قیام صرف قادیان میں ہوا لیکن آہستہ آہستہ شہروں، دیہاتوں اور پھر غیر ممالک میں بھی لجنہ اماء اللہ قائم کر دی گئی۔ اور قادیان کی لجنہ کو مرکزی لجنہ کی حیثیت دے دی گئی۔ جس نے حضور کی ہدایات کی روشنی میں طبقۂ نسواں کی اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔

سیدنا حضرت المصلح موعود نے جماعت کی ترقی کے لئے اس امر کو ضروری سمجھا کہ عورتوں میں تعلیم کو عام کیا جائے تا اس جماعت کی ہر عورت اور ہر لڑکی تعلیم یافتہ ہو۔

اس کے پیش نظر سب سے پہلے آپ نے ایک دینی کلاس کھولی۔ جس میں قرآن مجید کا ترجمہ، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھانے کا انتظام کیا گیا۔ نیز آپ نے چھوٹی بچیوں کے لئے نصرت گرلز سکول کا اجراء فرمایا۔ جہاں جماعت کی بچیوں نے تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ اور آہستہ آہستہ یہی سکول پہلے مڈل اور پھر ہائی سکول بن گیا۔ پھر ایف اے اور بی۔اے کلاسز بھی کھولی گئیں۔ دینیات کلاسز علیحدہ کھولی گئیں جس کا نام جامعہ نصرت رکھا تاکہ مڈل اور ہائی کلاس کے بعد بچیاں دینی علوم سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر لیں۔ اس کے علاوہ لجنہ اماء اللہ کے زیر انتظام ہر ہفتہ اجلاس کروائے جانے کا انتظام کیا جس میں عورتوں اور لڑکیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور سلسلہ سے متعلق مضامین سنائے جاتے۔ مضامین پڑھنے اور تقریر کرنے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ناخواندہ معمر عورتوں کو پڑھانے کا خاص طور پر انتظام کیا گیا جس سے ایک بڑی تعداد ایسی عورتوں کی جنہوں نے ساری عمر کتاب کھول کر نہیں دیکھی تھی۔ اچھی طرح پڑھنے اور لکھنے لگ گئیں چنانچہ تقسیم ملک سے قبل جماعت احمدیہ کی عورتوں میں تقریباً نوے فی صدی عورتیں تعلیم یافتہ تھیں۔ اور جب پنجاب اسمبلی کا الیکشن ہوا اور جماعت احمدیہ کی طرف سے چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور انکے مقابل پر پیر بدرمحی الدین صاحب بٹالہ سے بطور امیدوار کھڑے ہوئے تھے۔ تو بوجہ تعلیم یافتہ ہونے کے اور ووٹ کی اہمیت کو سمجھنے کے جماعت احمدیہ کی مستورات نے نہایت اہتمام اور توجہ سے اپنے سب ووٹ ڈلوائے اور وہ نظارہ تو بہت عجیب تھا جبکہ اسّی اسّی سال کی بوڑھی اور مریضہ عورتوں کو چارپائی پر ڈال کر ووٹ کے لئے لایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سید بدرمحی الدین صاحب نے اس بات کا صاف اظہار کیا کہ مجھے الیکشن میں صرف جماعت احمدیہ کی مستورات کی وجہ سے شکست ہوئی۔

پھر تقسیم ملک کے بعد نئے مرکز ربوہ میں آپ نے اسی طرح بچیوں کیلئے ہائی سکول کا قیام فرمایا بلکہ ڈگری کالج بھی کھولا جہاں سے ہر سال بیسیوں کی تعداد میں جماعت کی بچیاں زیور علم سے آراستہ ہو کر نکلتی ہیں۔ بلکہ ہر سالی یونیورسٹی میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کرتی ہیں۔ اس طرح اس قابل ہوتی ہیں کہ آنے والی نسلوں کی بہترین رنگ میں تربیت کر سکیں۔

پھر تعلیمی ترقی کے لئے ضروری تھا کہ عورتوں کے وسیع مطالعہ کے لئے کتب مہیا ہو سکیں۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے حضور نے ایک لائبریری کا اجراء فرمایا جسے امۃ الحی لائبریری کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس طرح عورتوں کا اپنا رسالہ "مصباح" جاری کروایا۔ جس میں عورتوں کے اپنے لکھے ہوئے مضامین اور مفید باتیں ہوتی ہیں۔ اور اسکے ذریعہ تقریر کے علاوہ تحریر کی طرف بھی عورتوں کو توجہ دلائی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز المصلح موعود نے جہاں مردوں میں خدمت دین کے لئے مالی قربانی کا جذبہ پیدا کیا وہاں مردوں کے دوش بدوش عورتوں کو بھی اس مالی قربانی کے لئے ابھارا یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے مسجد لنڈن کے لئے عورتوں کو چندے کی تحریک کی۔ تو جماعت کی مستورات نے قابل رشک مالی قربانی کا نمونہ دکھایا۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف روپیہ چندے میں دیا بلکہ اپنے زیورات دے کر مرکز تثلیث میں خانہ خدا کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اس کے بعد پھر حضور نے ہالینڈ میں مسجد کی تعمیر کے لئے خصوصیت سے جماعت کی عورتوں میں تحریک کی۔ چنانچہ آپکی تربیت کے نتیجہ میں جماعت کی عورتوں نے اس آواز پر لبیک کہا اور مالی قربانی کا نہایت شاندار نمونہ پیش کیا جس کے نتیجہ میں ہالینڈ میں بھی نہایت شاندار مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں اکناف عالم میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے وسیع پروگرام کے ماتحت عرصہ چوبیس سال سے جو جماعت تحریک جدید میں حصہ لے رہی ہے اس میں بھی مردوں کے دوش بدوش جماعت کی مستورات بھی برابر حصہ لے رہی ہیں۔ اسکے علاوہ اسی مبارک تحریک کے ذریعہ آپ نے جماعت میں مالی قربانی کا جذبہ پیدا کیا۔ اور انہیں سادہ زندگی کی تلقین فرمائی۔ اور خصوصیت سے مستورات کو زیب و زینت کی اشیاء میں کمی کر کے خدمت دین کے لئے اپنے اموال پیش کرنے کی روح پیدا کی۔

خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مصلح موعود کی ذاتی علامات میں سے اس بات کی بھی خبر دی کہ وہ:-

"اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔"

ان الفاظ کے جہاں دیگر متعدد معانی کے اعتبار سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس کے مصداق ٹھہرتے ہیں وہاں اس فقرہ کے ساتھ لطیف پیرایہ میں صنفِ نازک کے حقوق دلانے کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں عورت کو جس حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا وہ محتاج تشریح نہیں۔ خاندان میں کسی فرد کی وفات پر اس کی جائداد میں مستورات کو حقدار نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے اپنی جماعت کو اس اہم فریضہ کی طرف توجہ دلائی کیونکہ اس طرح باوجود قرآن و حدیث میں اس طبقہ کے حقوق محفوظ ہونے کے انکی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ لیکن حضور نے جماعت کے مردوں سے یہ عہد لیا کہ وہ عورتوں کو شریعت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ورثہ کا حق دینگے۔ چنانچہ آج جماعت کی عورتوں نے علم میں، عمل میں، قربانی میں، نیکی میں اور تقویٰ و طہارت میں سیدنا حضرت المصلح موعود کی قیادت میں جس قدر ترقی کی ہے اس وقت اس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ اور یہ طبقۂ نسواں پر آپ کے عظیم الشان احسانات ہیں۔

ان حالات میں جماعت کی مستورات کا فرض ہے کہ وہ اپنے محسن اور ہمدرد آقا۔ جس نے انکی ترقی کے لئے دن رات کوششیں کیں۔ دعاؤں میں لگی رہیں۔ کہ اے ہمارے قادر خدا! تو اپنے فضل اور رحم سے ہمارے پیارے خلیفہ مصلح موعود کو صحت والی زندگی عطا فرما۔ آپ کی عمر میں برکت دے آپ کے ارادوں اور عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ آمین ثم آمین۔

اگلا پرچہ شائع نہیں ہوگا

مصلح موعود نمبر کی طویل اشاعت کے باعث مورخہ ۲۰ر فروری کا پرچہ طبع نہ ہوگا۔ احباب نوٹ فرمائیں

(ادارہ)

تحریک جدید کا اجراء

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۳)

تو ہم کو اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے غیر معمولی ایثار، ہمت اور قربانی سے کام لینا چاہئے تاہم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کو قریب سے قریب تر لانے والے بن سکیں۔

احباب جماعت کی ذمہ داری

جماعت احمدیہ نے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی قیادت میں مجموعی طور پر ایک نہایت اعلیٰ اور عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ اور تحریک جدید کے مالی جہاد کے دورِ اول میں متواتر حصہ لینے والے مخلصین کی قربانی کو بطور مستقل یادگار قائم رکھنے کے لئے حضور ارشاد فرما چکے ہیں۔ اس موقعہ پر مجھے اپنے ہندوستانی احمدی دوستوں کو توجہ دلاتے ہوئے ان اسباب کے اظہار کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ ان میں سے بعض انفرادی شاذ ہی سستی اور کوتاہی کی بھی پائی جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے مالی فرائض کی ادائیگی میں غفلت سے کام لے رہے ہیں ضرورت اسی امر کی ہے کہ ایسے افراد جماعت وقت کی نزاکت کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داری کو پورے طور پر محسوس کر کے خدا کے فضل کو جذب کرنے والے بنیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ احباب جماعت کو ذاتی اور خاندانی مالی مشکلات بھی درپیش ہیں۔ اور بعض احباب غیر معمولی اور غیر اختیاری طور پر اقتصادی بحران کے دور میں سے گذر رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو قربانی تکلیف اٹھا کر کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں زیادہ مقبول اور بہتر اجر کا مستوجب ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی عزت کو چھوڑ کر۔ اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔"

حرفِ آخر

ہم میں سے بہت ہیں جو آنحضرت صلعم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو اُن کے دل میں یہ جوش پیدا ہوتا ہے۔ کہ کاش وہ اُس زمانہ میں پیدا ہوتے اور اُن قربانیوں میں شامل ہو سکتے ہم میں سے بہت ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا۔ اور ان کے دلوں میں ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ کہ کاش وہ بھی حضور علیہ السلام کے صحابہ میں ہو کر اپنے بے مثال اخلاص اور فدائیت کا نمونہ پیش کرتے۔

میں ایسے تمام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُن الہامات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جو حضور علیہ السلام نے حضرت مصلح موعود کے متعلق فرمائے۔ اور اُن سے استدعا کرتا ہوں کہ حتی الامکان بے نظیر پسر موعود کی نعمت کی قدر کریں۔ اور اس وقت کی صحیح قدر تب ہی ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہم حضور کے ارشادات کی دل و جان سے تعمیل کرنے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرماوے۔ اور ان راہوں پر چلنے کی طاقت بخشے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی راہیں ہیں ؁

مصلح موعود۔ اور ہماری ذمہ داریاں

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۹)

پہنچایا جا سکتی ہے۔ وہ خاموش نہیں بیٹھے رہیگی دوسری قوموں کو میدانِ عمل میں لے آئیگی اور یہ کام انکے سپرد کر دیگی۔ وہ حضرت اولوالعزم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی رہنمائی میں یہ جلوت مایوس دنیا کے ملکوتی پیکر بنکر اس خدمت کو انجام دینگے اور وہی مزید انعام الٰہی کے مستحق ہوں گے اور ناشکروں اور غفلت شعار لوگوں کے حصہ میں محرومی اور حرمان نصیبی ہوگی۔

خوش نصیب احمدی کیا ہی خوش نصیب وہ نوجوان احمدی ہیں جنہوں نے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ندا اعلان اور زبان پر لبیک کہتے ہوئے خود کو حضور اقدس کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور آپ کے فیض صحبت میں تعلیم و تربیت پاکر اسلام کی تعلیم کا پیغام پہنچانے کے لئے زمین کے مختلف جہات کو نکل گئے ہیں۔ اور تبلیغ حق اور ابطال باطل کرتے ہوئے خدائے واحد کی توحید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور محبت کے نقوش اقوام عالم کے دلوں پر بٹھا رہے ہیں۔ اور کلام اللہ اور اس کے مرتبہ و شان سے لوگوں کو آگاہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکی مساعی کو مشکور فرما رہا ہے۔ اللّٰھم اَیِّدھم

مُبارک وجود!

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

ایک سنگلاخ زمین کو گلزار بنا دیا!!

(۷)

اس وقت جبکہ دجالی فتنے ساری دنیا میں خوفناک صورت میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ اور اُن کا نشانہ براہ راست اسلامی اصول اور اُس کی پاک تعلیم ہے اور اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کی خستہ حالی کا یہ عالم ہے کہ مخالفین اسلام کے جارحانہ حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہر میدان میں پسپا ہو رہے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کرتے ہوئے آپ کے اس سچے جانشین نے اس روحانی جنگ کے نقشہ کو ہی بدل دیا ہے۔ اور اب تو دفاعی جنگ کی بجائے مخالفین اسلام کے گھروں پر پہنچ کر جارحانہ حملے کئے جا رہے ہیں۔ اور تثلیث کے علمبردار ہر میدان میں اس فتح النصیب جرنیل کے کامیاب سپاہیوں کے سامنے پسپا ہو رہے ہیں۔ اَللّٰھم ایدہ بروح القدس ومتعنا بطول حیاتہ۔

(۸)

ماسوا اس کے کہ حضرت مصلح موعود کا اپنا وجود اس رنگ میں زندہ خدا کا ایک زندہ نشان ہے۔ کہ اس وقت ایک دنیا روحانیت کے حقیقی سرچشمہ سے منہ موڑ کر اپنے زندہ خدا کی ہستی سے گویا منکر ہو چکی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو قبولیت دعا کا نشان عطا فرمایا جو ایک بندے کا اپنے زندہ خدا کے ساتھ حقیقی تعلق ثابت کرنے کے بجائے خود ایک محکم ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے حضور کی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں۔ جو جماعت کی کامیابیوں میں زیادتی اور ترقی کا موجب ہیں۔ اور یہ اسلام و احمدیت کی صداقت کا زبردست نشان!!

اور یہ بہت بڑی برکت ہے۔ جو اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو اس مبارک وجود کے طفیل حاصل ہے۔ جس کی مثال اور کسی جگہ پائی نہیں جاسکتی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

امتحان کتاب حقیقی اسلام

احباب نوٹ فرمالیں۔ امتحان ۲۳ رفروری کو ہوگا۔ پریذیڈنٹ صاحبان نوٹ فرمالیں کہ امتحانی پرچے انکی خدمت میں قادیان سے ۱۷ رفروری کو ان کے نام بھجوائے جائیں گے وہ ان پرچوں کو عین امتحان کے وقت کھولیں۔

نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

بروح القدس۔

چونکہ خدا تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اور حقیقی اسلام کا پیغام انہیں پہنچانے والے مبشرین کی تعداد بالکل ناکافی ہے۔ اس پیغام حق کو کرہ ارض کے تمام کناروں تک بڑی سرعت کیساتھ پہنچانے کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ نے مختلف ادارے از قسم تحریک جدید۔ خدام الاحمدیہ۔ مجلس انصار اللہ۔ مجلس اطفال اور لجنہ اماء اللہ اور وقف عتیق کے علاوہ وقف جدید وغیرہ قائم کئے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو اپنی حیثیت اور حالت کے مطابق پورے جوش اور اخلاص کے ساتھ اس بے تلوار کے جہاد میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کرنا چاہیئے ؎

بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

ضروری تصحیح

دفتر ہذا کی جانب سے شرح چندہ خدام الاحمدیہ کا اعلان نئے عشاریہ سکوں میں نصف نیا پیسہ فی روپیہ کی شرح سے کروایا گیا تھا۔ لیکن کتابت کی غلطی کی وجہ سے نیا پیسہ فی روپیہ کا اعلان ہوا ہے۔ اسلئے مجالس اس کی درستی کرتے ہوئے نصف نیا پیسہ (½ N.P) فی روپیہ کے حساب سے چندہ خدام الاحمدیہ وصول کریں۔

نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

درخواست ہائے دعا

۱۔ مورخہ ۵-۲-۵۸ کو اللہ تعالیٰ نے مجھے چوتھی لڑکی عطا فرمائی ہے۔ عزیزہ نومولودہ کے نیک اور قرۃ العین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے (خاکسار بشیر احمد بانگروی قادیان)

۲۔ میری لڑکی بعارضہ چار سال ٹائیفائیڈ بیمار رہ کر بہت کمزور ہو گئی ہے۔ احباب کرام سے عزیزہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(خاکسار محمود احمد سعید واقف زندگی از ربوہ)

۳۔ میرے ابا جان ملک بشیر احمد برادر اکبر ملک محمد اسمٰعیل صاحب عرصہ قریباً چھ ماہ سے تبخیر اور مثانہ کی کمزوری وغیرہ عوارض میں بیمار ہیں بظاہر حالت بہت ہی تشویشناک ہے۔ صوبہ بہار میں حضرت مسیح موعود کے صحابہ میں سے آپ بھی ہیں اسلئے احباب جماعت سے انکی صحت یابی کیلئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

(خاکسار ملک شریف احمد از آرہ بہار)

اظہارِ تشکّر کا عملی ثبوت دیں

از قلم محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے دیگر کارناموں کے علاوہ قادیان میں درویشان کا قیام ہے۔ جب تقسیم ملک کے وقت پاکستان کے علاقوں سے غیر مسلم اور مشرقی پنجاب کے علاقہ سے مسلمان ترکِ وطن کے لئے مجبور تھے اس وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے مخلصین کو قادیان میں ٹھہرنے اور شعائر اللہ کی حفاظت اور آبادی کی تحریک فرمائی تو خدا تعالیٰ نے جن مخلص نوجوانوں اور بزرگوں کو یہ توفیق عطا فرمائی وہی بعد میں درویشانِ قادیان کے نام سے پکارے گئے۔ ۱۹۴۷ء کے خونچکاں منظر کو پیش نظر رکھیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قادیان میں ٹھہرنے والوں نے کیسی شاندار قربانی پیش کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ایام میں جب رات آتی تھی تو کسی کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ صبح ہم پر آئے گی بھی یا نہیں۔ اور جب دن ہوتا تھا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دن امن سے گذر جائے گا۔

ایسے وقت میں قادیان میں ٹھہرنے والے درویشان نے تمام دنیا میں اپنی جماعت کی لاج رکھتے ہوئے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی۔ اپنے ماں اور باپ۔ بھائی اور بہن اور دوسرے تمام عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور آبادی کے لئے قادیان میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ پس جماعت احمدیہ کے مقدس مرکز اور اس کے شعائر اللہ کی حفاظت اور آبادی کی سعادت خدا تعالیٰ نے صرف درویشان قادیان کو عطا فرمائی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

قادیان جو جماعت احمدیہ کا مستقل اور دائمی مرکز ہے اب اس کی حفاظت اور آبادی کی ذمہ داری ہندوستانی احمدیوں پر عائد ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قادیان کو بھارت کے علاقہ میں رکھکر یہ فخر اور یہ سعادت بھارتی احمدیوں کو عطا فرمائی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک انعام ہے جو بھارتی احمدیوں کو عطا ہوا ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کیا بھارتی احمدی خدا تعالیٰ کے اس انعام کی پورے طور پر قدر کر رہے ہیں؟ کیا اس سلسلہ میں جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں انہیں وہ صحیح رنگ میں ادا کر رہے ہیں؟

ان سوالوں کا جواب ہر بھارتی احمدی اپنے سابقہ عمل کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے میں نہایت ندامت اور افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ہمارے ہندوستانی احمدیوں نے اس سلسلہ میں جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی تھیں انہیں پورے طور پر ادا نہ کیا۔

آپ لوگ عموماً یہی حصہ آمد یا دوسرے لازمی چندہ جات ادا کرتے ہیں۔ جیسے دنیا کے دوسرے علاقوں میں بسنے والے احمدی۔ ان سے بڑھ کر آپ قادیان کی آبادی کے لئے کیا قربانی پیش کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صدر انجمن احمدیہ جماعتہائے بھارت کی طرف سے آمدہ چندہ جات کا ایک کثیر حصہ قادیان میں رہنے والے درویشان پر خرچ کرتی ہے اور اس وجہ سے اس کے دوسرے فرائض مثلاً تبلیغ و اشاعت اسلام اور تعلیم و تربیت کے کام کے لئے مناسب رقم مہیا نہیں ہوتی۔ پس قادیان کی آبادی اور یہاں مقیم ایسے درویشان جو سلسلہ کے دفاتر میں کام نہیں کرتے کے گذارہ کے لئے جو رقم درکار ہوتی ہے بھارت کے تمام احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ اس کو ادا کریں۔

آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے درویش اصحاب اپنا گذارہ خود چلائیں۔ لیکن واضح ہو کہ صدر انجمن احمدیہ نے اس راستہ کو پہلے سے اختیار کیا ہوا ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ باوجود پوری توجہ اور کوشش کے خاص حالات اور ماحول میں صرف چند ایک درویش اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکے ہیں اور بہت سے فارغ شدہ درویشان کی حالت ایسی ہے کہ ان کو ماہوار امداد دی جانی ضروری ہے۔ لیکن اگر انجمن ان کو گذارہ دے۔ تو پھر جو تھوڑا سا تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا کام کیا جا رہا ہے۔ اسے کلیۃً بند کرنا پڑے گا۔ حالانکہ جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض ہی تربیت و اصلاح اور تبلیغ و اشاعت اسلام ہے۔

میں اپنے تمام بھارتی احمدی بھائیوں اور بہنوں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ کا یہ فرض نہیں ہے کہ آپ ان مخصوص حالات میں اپنے مقدس مقامات کی حفاظت و آبادی کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر جو لوگ اس کام میں آپ کی نمائندگی کر رہے ہیں ان کے لئے معیشت کے سامان مہیا کرنا آپ کا فرض ہے۔ اس غرض کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق "درویش فنڈ" قائم کیا گیا تھا۔ تاکہ بھارت کے احمدی اس فنڈ میں اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لے کر اپنے فرض کو ادا کریں لیکن یہ امر افسوسناک ہے کہ شروع کے ایک دو سال میں اس مد میں کچھ رقم آئی اور پھر اب سارے سال میں نہایت قلیل رقم آتی ہے۔

میں اپنے تمام بھارت کے رہنے والے احمدی بھائیوں اور بہنوں سے نہایت درد مندانہ دل کے ساتھ ان کے اس اہم فرض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی حیثیت کے مطابق درویش فنڈ میں ماہوار رقم بھجوائیں۔ ہر بھارتی احمدی جو معمولی آمد رکھتا ہے وہ بھی سال بھر میں کم از کم ایک روپیہ ادا کر سکتا ہے۔ اور یہ رقم اتنی قلیل ہے کہ جس کی ادائیگی میں قطعاً کوئی مشکل نہیں۔ اور جنہیں خدا تعالیٰ نے استطاعت بخشی ہے اور ان کے رزق میں کشائش عطا فرمائی ہے وہ ماہوار -/۵ – -/۱۰ روپے -/۲۵ – -/۵۰ – -/۱۰۰ روپے بھی اپنی حیثیت کے مطابق ادا کریں۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ جب چاہتا ہے بندے کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسکے رزق کے راستوں کو کھول دیتا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس درد مندانہ اپیل پر تمام بھارت کے احمدی پوری توجہ غور کر کے اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنے اس فرض کو ادا کرنے والے بنیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہونگے۔ اور اس کے فضلوں کے وارث بنیں گے۔

آج سے دو سال قبل جبکہ صدر انجمن احمدیہ کی مالی حالت یکدم بہت کمزور ہو گئی تھی۔ تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے میرے نام ایک خط میں یہ درد ناک الفاظ تحریر فرمائے تھے کہ کیا ہندوستان کے احمدی تین سو درویشان کا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتے

پس آپ اپنی زندگی اور اپنے اخلاص اور ایمان کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے امام پر یہ بات ثابت کر دیں کہ حضور یقیناً ہم بھارت کے احمدی قادیان کے درویشان کا بوجھ بڑی خوشی سے اٹھا سکتے ہیں۔ اور اٹھا رہے ہیں۔

بالآخر میں دوستوں سے ان الفاظ کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی ہوئی ہے کہ وہ آپ اور آپ کے ساتھ رہنے والے درویشان کے لئے رزق کے اسباب اپنی طرف سے مہیا کرے گا لیکن بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جو الٰہی وعدہ کو پورا کرنے میں شریک ہو جاتا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ تو ہر صورت میں پورا ہو کر رہے گا۔

خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

نو ماہی بجٹ اور احباب جماعت کا فرض

نظارت بیت المال کی طرف سے سیکرٹریان مال جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی خدمت میں انکے ذمہ لازمی چندہ جات کی نو ماہی آمد اور بقایا کی پوزیشن سے اطلاع دیتے ہوئے انہیں تحریک کی جا چکی ہے۔ کہ وہ اپنے ذمہ نسبتی بجٹ آمد کے مقابل پر جس قدر کمی رہ گئی ہے۔ اسے جلد از جلد پورا کرنے کی فکر کریں۔ تا آخر سال تک سو فیصدی ادائیگی ممکن ہو سکے۔ موجودہ مالی سال کے نو ماہ گذر چکے ہیں۔ اور آمد کی موجودہ رفتار کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ متعدد جماعتوں کے نام انکے ذمہ بجٹ کا بیشتر حصہ ابھی تک بقایا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعت کا ہر فرد اپنی مالی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اسکا حقہ ادا کرنے کی طرف متوجہ ہو۔ جماعت کے امراء۔ صدر صاحبان اور سیکرٹریانِ مال اور دیگر عہدیداران کو چاہیئے۔ کہ وہ مالی فرائض کی ادائیگی میں عملی قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں۔ اور اپنی اپنی جماعتوں کے سست اور بقایا دار دوستوں کو بیدار اور ہوشیار کرنے کی پوری جد و جہد کریں۔ یہ وقت غفلت اور سستی کا نہیں ہے۔ بلکہ قربانی کے میدان میں اپنا قدم بڑھا کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا ہے۔ مجھے پوری امید ہے۔ کہ جملہ مخلصین جماعت فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

محترم شیخ احمد صاحب درویش کا انتقال

قادیان ۱۰ فروری۔ یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ آج صبح ۱۱ بجے محترم شیخ احمد صاحب درویش قریباً تین ہفتہ معدی سرطان کے باعث بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم صحابی تھے۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ بوقت وفات آپ کی عمر ستر سال کے قریب تھی۔ محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے بڑے باغ میں جنازہ گاہ میں بعد نماز عصر نماز جنازہ ادا کی اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں دفن کیا گیا۔

جملہ احباب قادیان مرحوم کے اقارب سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں۔ اور مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین

جماعت احمدیہ کے وفد کی مدراس کے نئے گورنر سے ملاقات

مدراس کے نئے گورنر شری بشنو رام میدھی ۲۴ جنوری کو وارد مدراس ہوئے اور ۲۵ جنوری کو حلف وفاداری اٹھایا۔ چنانچہ خاکسار نے جماعت احمدیہ کی طرف سے نئے گورنر کا خیر مقدم کرتے ہوئے اُن کو اس اعلیٰ عہدہ پر تقرر کی مبارکباد پیش کی۔ نیز درخواست کی کہ وہ جماعت احمدیہ کے وفد کو ملاقات کا موقعہ عطا فرمائیں۔

محترم گورنر صاحب نے ہماری درخواست کو منظور فرماتے ہوئے ۳ فروری ۱۰ بجے صبح "راج بھون" میں ملاقات کا موقعہ عطا فرمایا۔ خاکسار کے ہمراہ اس وفد میں مکرم علی محی الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت مدراس۔ مکرم محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر آزاد نوجوان اور مکرم مبارک احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی تھے۔ ملاقات قریباً بیس منٹ رہی۔ اس عرصہ میں ہم نے گورنر صاحب سے جماعت احمدیہ اور اس کے اغراض و مقاصد کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ جماعت احمدیہ اور مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں اختلاف عقائد کی کیا نوعیت ہے۔ گورنر صاحب کے استفسار پر جماعت احمدیہ کی مدراس شہر۔ مدراس اسٹیٹ میں تعداد۔ تبلیغی مساعی پر بھی روشنی ڈالی۔ جماعت احمدیہ کے شاندار پُرامن دعوت و تبلیغ اسلوب اور تبلیغی جدوجہد سے گورنر صاحب متاثر ہوئے۔ اور گورنر صاحب نے یہ بھی وعدہ فرمایا کہ وہ جماعت احمدیہ کی ایسی پُرامن مساعی کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ جو مختلف مذاہب کے پیروؤں میں باہمی اتحاد و محبت پیدا کرنے والی اور امن و صلح کے قیام میں محد و معاون ہوں۔

بالآخر خاکسار نے گورنر صاحب کی خدمت میں جماعت احمدیہ کا انگریزی لٹریچر پیش کیا۔ جس کو قبول فرماتے ہوئے آپ نے مطالعہ کا وعدہ فرمایا۔

خاکسار شریف احمد امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ مدراس

جناب چوہدری کرم چند صاحب ہیڈ ماسٹر کی افسوسناک وفات

قادیان ۵ فروری۔ افسوس ہے کہ چوہدری کرم چند صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر مقامی ہائی سکول اچانک حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ چوہدری صاحب نہایت شریف اور ہردلعزیز اہل علم شخصیت تھے۔ آپ کا آبائی وطن موضع رتہ ضلع سیالکوٹ تھا۔ تقسیم کے بعد قادیان میں رہائش پذیر ہوئے اور علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ضلع سیالکوٹ میں موضع چیگتی میں اسلامیہ ہائی سکول کے بھی کئی سال تک ہیڈ ماسٹر رہے جو ان کی ہردلعزیزی اور نیک ارادی کا آئینہ دار ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ بہت مخلصانہ تعلقات تھے۔ اپنی بعض مشکلات کے ازالہ کے لئے ایک دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عقیدت مندانہ درخواست دعا بھجوائی۔ جس کے بعد ان کی مذکورہ تکلیف میں کافی حد تک کمی ہو گئی۔ ان کی ارتھی کے ساتھ علاوہ شہر اور دیہات کے کثیر لوگوں جناب ناظر صاحب امور عامہ اور بعض اور احمدی دوست بھی گئے۔

ہم آپ کے جملہ لواحقین کے ساتھ ان کی وفات پر اظہار تعزیت و افسوس کرتے ہیں۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلام کے ان پانچ ارکان میں سے ہے جن میں سے کسی ایک رکن کو چھوڑنے والا انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

زکوٰۃ کا تارک اسی طرح خدا تعالیٰ کے حضور قابل مواخذہ ہے جس طرح کہ ایک نماز کا تارک

زکوٰۃ مومن کے مال کو پاک کرنے اور اس میں برکت ڈالنے کا ایک ذریعہ ہے

زکوٰۃ اپنے طور پر خرچ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

زکوٰۃ کی وصولی کا کام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نظارت بیت المال کے سپرد فرمایا ہے۔

پس اگر آپ اپنے مال میں ترقی چاہتے ہیں۔ تو اس کی زکوٰۃ ادا کریں یہ ایسا نیر بہدف نسخہ ہے جو تیرہ سو سال سے کبھی خطا نہیں ہوا۔ پس اس آزمودہ پر عمل کر کے دین اور دنیا میں فلاح پانے کا حقیقی ذریعہ ہے۔

ناظر بیت المال قادیان

شکریہ اور معذرت

جن دوستوں نے مصلح موعود نمبر کے لئے قلمی تعاون فرمایا ہے۔ ادارہ ان کا بہت ہی شکر گذار ہے۔ البتہ بعض دوستوں کی طرف سے مضامین تاخیر سے ملنے کی وجہ سے شریک اشاعت نہیں ہو سکے۔ جن کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ۔

(ادارہ)